خلیفہ صاحب ربوہ کے

عدالتی بیان پر تبصرہ

ملک الٰہی بخش

ناشر:—————

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

www.aaiil.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

۱۶ اسی سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی۔

مکرم بندہ جناب قاضی صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کے خط نمبری اصلاح وارشاد 547/4 مؤرخہ ۲ ۳/۶۶ کا سرسری جواب ارسال کر چکنے کے بعد میں اس تردد میں رہا۔ کہ اس کا مفصل جواب لکھوں یا نہ کیونکہ یہ تمام امور تبصرہ میں بہ تفصیل لکھے گئے ہیں۔ آپ شاید فرض منصبی کے لحاظ سے مجبور ہوں کہ جن امور پر تبصرہ میں سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ ان پر سوال لکھ بھیجے ہیں یا شاید اس کو کچھ خدمت بھی سمجھتے ہوں گے مگر میں متامل اس لئے تھا کہ میں خلیفہ صاحب کی وفات کے بعد ان کے سابقہ عقائد کو زیر بحث نہیں لانا چاہتا تھا۔ وہ عدالت میں اپنے ترمیم کردہ عقائد بیان کر گئے ہیں۔ بجواب اول اس لئے چونکہ وہ اپنے سابقہ عقائد سے دستبردار ہو چکے ہیں اب ان کی تحریرات کو زیر بحث لانے سے مجھے اذیت ہوگی۔ لہٰذا اب میں وہ حوالے خود آپ (یعنی قاضی محمد نذیر صاحب) کی تحریرات تصور کروں گا۔ اور اس لئے میرا روئے سخن بھی آپ تک ہی محدود ہوگا۔ اگرچہ بلاشبہ یہ ارشادات ابتداً خلیفہ صاحب کے ہیں جن کو وہ ترک کر چکے ہیں مگر آپ تا ہنوز انکی صداقت پر اصرار کرتے ہیں اور اس کی وجہ شاید یہ ہوگی کہ بغاوت کی خصلت آپ میں اسقدر راسخ ہو چکی ہے۔ کہ نہ ہی آپ :——

(تنظیمی پریس لاہور)

۱۔حضرت احدیت کے قرآنی حکم خاتم النبیین (۲) نہ حضرت رسالتمآب کی حدیث لا نبی بعدی اور (۳) نہ ہی ختم نبوت کے بارہ میں حضرت مسیح موعود کی بے شمار واضح تحریروں کو مانتے ہیں اور (۴) اب نہ خود خلیفہ صاحب مرحوم کے اس ارشاد کو مانتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب پر ایمان نہ لانا صرف ایک بدعقیدگی ہے۔ کفر نہیں۔ حالانکہ حضرت عیسٰے کو نہ ماننا کفر ہے بدعقیدگی نہیں۔ کیونکہ اگرچہ وہ غیر تشریعی نبی ہیں تاہم مستقل نبی ہیں۔ اس لئے اگر خلیفہ صاحب سابق کی طرح حضرت مرزا صاحب کو مستقل اور حقیقی نبی سمجھتے جیسا کہ آپ تا ہنوز مانتے ہیں تو ایسا بیان ہرگز نہ دیتے کیونکہ یہ تو ایک مسلمہ مسئلہ ہے کہ ایک حقیقی نبی کا منکر فی الحقیقت کافر اور خارج از اسلام ہو جاتا ہے۔

<u>آپ کا پہلا سوال</u>۔ میرے رسالہ تبصرہ سے یہ عبارت نقل کر کے کہ "دیوی حضرات کو مذہبی اور سوشل تعلقات کے متعلق امتناعی احکام دیئے ہوئے ہیں۔ جن پر سختی سے عمل ہو رہا ہے نئی امت بنانے کی اس کی اس سے واضح دلیل اور بیّن ثبوت کیا چاہیئے" سوال کیا ہے کہ اس بارہ میں حضرت اقدس کا مسلک کیا تھا ہے؟ وغیرہ۔

حضرت اقدس کا مسلک وہی رہا ہے جو خود خلیفہ صاحب مرحوم نے اپنے ایک جواب میں عدالت میں بیان کیا۔ کہ "اپنے دعویٰ کے دس سال بعد تک نہ صرف مرزا صاحب نے احمدیوں کو اجازت دے رکھی تھی کہ وہ غیر احمدیوں کے جنازے پڑھیں بلکہ خود بھی ایسی نماز میں شریک ہوتے رہے"

تبصرہ صفحہ ۵۔ اس لئے اب مذہبی اور سوشل تعلقات کے متعلق تو خلیفہ صاحب نے قطعی حرام کہنے کی بجائے تو دہی حضرت کا ایسا عمل پیش کیا ہے۔ جس سے جواز ہی نکلتا ہے چنانچہ اس کی تائید میں خلیفہ صاحب نے تو دہی کہا کہ "اب ہمیں بانیٔ سلسلہ کا فتوےٰ ملا ہے۔ جس کے متعلق ممکن ہے غور و خوض کے بعد پہلے فتوے میں ترمیم کر دی جائے"۔ تبصرہ صفحہ ۹۹ – اسی بیان سے واضح ہوتا ہے کہ جماعت ربوہ کا موجودہ فتویٰ۔ عقیدہ اور عمل۔ حضرت اقدس کے فتوے۔ عقیدہ اور عمل کے خلاف ہے۔ اس لئے تو دخلیفہ صاحب کے نزدیک قابلِ ترمیم اور تنسیخ ہے۔ اور جس کا عدالت میں وعدہ بھی کیا بلکہ اپنی کتاب انوارِ خلافت صفحہ ۹۱ پر بھی خلیفہ صاحب نے تو پہلے ہی سے تسلیم کیا ہوا ہے کہ حضرت اقدس کے بعض ایسے حوالے پائے جاتے ہیں جن سے اسی بات کا جواز نکلتا ہے۔ اور ایک خط بھی ملا ہے جس کی روشنی میں اپنے موجودہ فتوےٰ اور عمل میں اس لئے ترمیم کرنے کا وعدہ کیا۔ کہ ان کا موجودہ عمل اور عقیدہ حضرت مرزا صاحب کے فتوےٰ کے خلاف ہے۔ وگرنہ اس میں ترمیم کی ضرورت ہی نہ تھی۔ مگر غور کرنے کے بہانہ سے آپ نے اسے ردّ کیا ہوا ہے۔ حالانکہ آپ کے عقیدہ کے مطابق وہ ایک نبی کا فتوےٰ ہے لیکن نا قابلِ عمل ہے۔ ہاں خلیفہ صاحب مرحوم تو اپنے فتوےٰ کو غلط قرار دے کر اس میں ترمیم کا وعدہ کر گئے ہیں اور چونکہ وہ فوت ہو چکے ہیں۔ اس لئے اب اس وعدہ کا ایفا آپ کے ذمّہ ہے کہ اپنا مسلک حضرت اقدس کے فتوےٰ کے مطابق کر لیں یا اسے بالکل ردّ کر دیں۔ معلق نہ رکھیں۔

اس لئے دراصل تو یہ سوال اس وقت خود خلیفہ صاحب کے پیش کرنا چاہئے تھے۔ کہ ان حوالوں کے ہوتے ہوئے انہوں نے عدالت میں کیوں وعدہ کیا کہ اپنے موجودہ عمل میں ترمیم کر لیں گے مگر معلوم ہوتا ہے کہ ان کی وفات کے بعد آپ ان سے بھی باغی ہو رہے ہیں۔ کیونکہ وہ تو حضرت مرزا صاحب کے انکار کو ایک فرع کا کفر قرار دے کر نماز خلف امام کو صرف فقہی مسئلہ قرار دے گئے ہیں کہ "امام زیادہ نیک اور صالح ہونا چاہیئے"۔ مگر آپ اس کا انکار کر رہے ہیں۔ تفصیل ص۹۵ پر ہے۔

آپ کا یہ حوالہ کہ "حرام ہے کہ تم کسی مکفر۔ متردد کے پیچھے نماز پڑھو" یہ تو صرف مکفر اور متردد کے متعلق ہے۔ عام نہ ماننے والے یا دل و زبان سے سچا ماننے والے پر اطلاق نہیں پاتا اور یہ شرع شریف کی اس تعزیر کے عین مطابق ہے۔ کیونکہ تکفیر کی پاداش میں مکفر خود کافر ہو جاتا ہے وگرنہ عام نہ ماننے والے کے لئے تو حضرت اقدس کا یہی دائمی فتویٰ ہے "کہ میرا ابتدا سے یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا"۔ تبصرہ ص۵ ہے۔ اور خود حضرت اقدس کا ایک خط ص۵ پر ہے۔ (یا مولوی مولوی نورالدین صاحب کا خط کہ "مخالفوں کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیئے۔ احمدی امام کے پیچھے ادا کرنی چاہیئے"۔ سو انہوں نے تو فقہ کی رو سے شرائط امامت کے مطابق صحیح فتویٰ دیا ہے۔ اور اس لئے خود ہی چاہیئے کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ اور یہ خلیفہ صاحب کے عدالتی بیان کے عین مطابق ہے کہ ہمارے یہی

کریم صلعم نے فرمایا ہے کہ ہمیں ایسے شخص کو امام بنانا چاہیئے جو دوسروں
سے زیادہ نیک اور صالح ہو"۔ شادی بیاہ کے متعلق حضرت اقدس کا
حوالہ صـ۴۷ پر ہے۔ جس میں صرف باہمی اتحاد کے لئے آپس میں رشتے کرنے
کو احسن انتظام قرار دیا ہے اس میں حلال حرام کا ذکر نہیں کیونکہ مسلمانوں
میں تو پہلے ہی رواج ہے کہ وہ برادری۔ قومیت اور عقیدہ وغیرہ کو ترجیح دیکر
رشتے کرتے ہیں۔ مگر دوسرے مسلمانوں سے رشتہ ناطہ حرام نہیں سمجھتے۔
حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ باہمی اتحاد بڑھانے اور مکفرین اور ان کے زیر اثر
لوگوں کے بد اثر سے بچانے کے لئے لڑکوں اور لڑکیوں ہر دو کے نکاح کے
بارہ میں یہی انتظام احسن تجویز فرمایا ہے۔ کیونکہ تجربہ یہی بتلاتا ہے۔ کہ نہ صرف بیویاں
اپنے خاوندوں کے رشتہ داروں کے زیر اثر آجاتی ہیں، بلکہ خاوند بھی اپنے
بیویوں کے خاندان کے ہم نوا ہو جاتے ہیں۔ منگنی کے متعلق بھی حضرت اقدس
کا یہ حوالہ کہ "منگنی تو ہوتی ہی اس لئے ہے کہ اس عرصہ میں تمام حسن و قبح معلوم
ہو جائے۔ نکاح نہیں کہ اس کا توڑنا گناہ ہو" یعنی منگنی کے دوران اگر
کوئی ناپسندیدہ بات معلوم ہو جائے تو منگنی توڑنا گناہ نہیں۔ اس سے
حلال حرام کا مسئلہ تو نہیں نکلتا۔ بلکہ صرف منگنی کی مصلحت اور غرض کی تشریح
فرمائی ہے یہ نہیں فرمایا کہ غیر احمدی سے نکاح حرام ہے۔ قاضی صاحب!
خدارا ان واضح باتوں کو تو مشکوک نہ بنائیں۔ اور خلیفہ صاحب کی اس تحریر کو
کہ "جو شخص غیر احمدی کو رشتہ دیتا ہے وہ یقیناً حضرت مسیح موعود کو نہیں
سمجھتا ...... کیا کوئی غیر احمدیوں میں ایسا بے دین ہے۔ جو کسی ہندو یا

عیسائی کو اپنی لڑکی دیدے۔ ان لوگوں کو تم کافر کہتے ہو مگر وہ تم سے اچھے رہے کہ کافر ہو کر کسی کافر کو لڑکی نہیں دیتے ۔۔۔۔۔۔ مگر تم احمدی ہو کر کافر کو دیتے ہو" (صفحہ) ہمیشہ کے لئے رد کر دو۔

دوسرا سوال:۔ خاکسار راقم ہذا سے سوال کیا ہے "کیا آپ غیر احمدیوں کے پیچھے نماز کا مشورہ دے کر چاہتے ہیں۔ کہ ہمارے اعمال حبط ہو جائیں اور غیر احمدیوں کو لڑکیاں دے کر ہم گناہ کے مرتکب ہو جائیں"

بھلا میں کون ہوں جو مشورہ دوں اور آپ میرے مشورہ پر عمل بھی تو نہیں کریں گے۔ وگرنہ میں نے تو تبصرہ میں وضاحت سے لکھ دیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے خلیفہ رشید الدین صاحب کو اپنی ایک لڑکی غیر احمدی رشتہ دار سے بیاہ دینے کی اجازت دی تھی۔ اور شادی کی تقریب میں خود خلیفہ صاحب بنفس نفیس شریک ہوئے تھے۔ تو کیا حضرت مرزا صاحب خلیفہ رشید الدین صاحب۔ اور میاں محمود احمد صاحب نے گناہ کا ارتکاب کیا تھا۔ اور اپنے اعمال حبط کر لئے تھے؟ تفصیل صفحہ پر ہے۔

پھر آپ نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ "مولوی فضل الزمان نے اپنی لڑکی کا نکاح غیر احمدی سے کر دیا تھا۔ خلیفہ اول نے اسے جماعت سے خارج کر دیا۔۔۔۔۔ ۱۹۱۴ء میں خلیفہ ثانی کی بیعت کر کے سلسلہ میں داخل ہوا" یہ حوالہ اس لئے قابل التفات نہیں۔ کہ غیر احمدی کو لڑکی نہ دینا اگر کوئی شرعی مسئلہ ہوتا۔ تو اس کی پاداش میں جب حضرت مولوی نور الدین رحمۃ اللہ نے اس کو معاف نہیں کیا تھا تو میاں محمود احمد صاحب کے لئے کیونکر جائز تھا۔

کہ اسے پھر سلسلہ میں شامل کر لیتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو میاں صاحب مولینا نورالدین صاحب کے عقیدہ اور فتوے کے برعکس کرتے تھے یا یہ کوئی شرعی مسئلہ نہ تھا اور بھی مثالیں دے سکتا ہوں کہ خود خلیفہ صاحب مرحوم کے زمانہ میں آپ کی جماعت کی لڑکیوں کے رشتے غیر احمدیوں سے کئے گئے۔ اور وہ جماعت میں شامل ہیں۔

نماز۔ نماز جنازہ اور شادی بیاہ کے متعلق خلیفہ صاحب کا یہ عدالتی بیان قطعی اور کافی ہونا چاہیئے کہ "میں یہ سب کچھ غیر احمدی علماء کے اسی قسم کے فتووں کے جواب میں لکھتا رہا ہوں" تفصیل ص ۲۹-۷۱-۷۸ پر ہے۔ یعنی اگر یہ امور شرعاً حرام ہوتے۔ تو نہ یہ جوابی فتوے ہوتا۔ اور نہ ہی حضرت اقدس کا فتوے اس کے خلاف پایا جاتا۔ اس لئے غیر احمدی مسلمانوں سے مذہبی اور سوشل تعلقات حرام کیونکر ہو گئے؟ رہا آپ کا یہ فرمان کہ تحقیقاتی کمیشن کے رُوبرو جنازہ کے متعلق جس خط کا ذکر آیا ہے وہ یہ ہے کہ "جو شخص صریح گالیاں دینے والا اور سخت مکذّب ہو اس کا جنازہ کسی طرح درست نہیں مگر جس کا حال مشتبہ ہے اس کے لئے ظاہراً کچھ حرج نہیں اور انقطاع بہرحال بہتر" اس حوالہ سے حرام کا مسئلہ تو نہیں نکلتا بلکہ اس میں تو مشتبہ تک کے لئے اجازت پائی جاتی ہے۔ اگر میں آپ کی جگہ ہوتا۔ تو ان حوالوں کی بناء پر ہی غیر اسلامی عقائد سے فوراً توبہ کر لیتا اور حضرت اقدس کے صحیح مسلک کو بطیب خاطر منظور کر لیتا۔ اب آپ سے بھی یہی توقع ہے۔ پھر جب کوئی مسلمان دوسرے مسلمانوں کو چھوڑ کر صرف

اپنی برادری میں رشتہ کرتا ہے وہ بھی موزوں رشتہ انتخاب کرنے میں "انقطاع بہرحال بہتر" پر عمل کرتا ہے۔ مگر کلمۃ الفصل ص۹۰ پر ہے۔ دینی تعلق کا سب سے بڑا ذریعہ عبادت کا اکٹھا ہوتا ہے۔ اور دُنیوی تعلقات کا رشتہ ناطہ ذریعہ ہے۔ سو یہ دونو ہمارے لئے حرام قرار دیئے گئے ہیں"۔ اے عزیز بھائی! سیدھی اور صاف بات ہے۔ ایچا پیچی سے دین کو تحول نہ بنائیں اور راستی کو قبول کر لیں۔ کیونکہ اس حد میں اصل عقیدہ کا اخفا کیا گیا ہے۔

تیسرا سوال:۔ ملک صاحب! آپ خلیفہ صاحب کے "انقطاع بہرحال بہتر ہے" کے الفاظ پر عمل کرنے اور جماعت سے عمل کرانے کو نئی امت بنانے کی واضح اور بیّن دلیل قرار دیتے ہیں۔ کیا آپ کا یہ اعتراض حضرت مسیح موعود پر نہیں پڑتا؟

اس کا جواب اوپر سوال نمبر ۲ کے تحت دیا جا چکا ہے۔ ہاں مفصل جواب تبصرہ ص۹۶ تا ۱۰۸ پر ہے۔ اور واضح اختلافات کے لئے ص۸۵ تا ۹۲ نئی اُمت بنانے کے لئے تو یہ حوالہ پیش کیا تھا کہ "ان کا اسلام اور ہے اور ہمارا اور ان کا خدا اور ہے ہمارا اور۔ ہمارا حج اور ہے ان کا حج اور، اسی طرح ہر بات میں اختلاف کیا ہے۔ کیا یہ بیّن دلیل نہیں؟ اور کیا حضرت اقدس کا کوئی ایسا اعلان ہے؟ بلکہ اس کے برعکس ان کا تو آپ کے پاس وہ فتوےٰ ہے جسے رَدّ کیا ہوا ہے۔

ہاں مجھے آپ کی اس عبارت کا مفہوم سمجھ نہیں آیا کہ خلیفہ صاحب

حضرت مسیح موعود کو اُمتی نبی مانتے ہیں ۔حالانکہ اُمتی نبی تو مرکب نام ہے اور حضرت مرزا صاحب فقط نبی کہلانے میں حضرت نبی کریم صلعم کی ہتک قرار دیتے ہیں تبصرہ صہ ۱۵ ۔ اور ہم حضور پاک کی ہتک کرنا گناہِ عظیم سمجھتے ہیں۔ پھر میں اس بحث میں اُلجھنا نہیں چاہتا کہ حقیقی نبوّت ایک اصطلاح ہے جو تشریعی اور مستقلہ نبوّت کے لئے موضوع ہے کیونکہ خلیفہ صاحب تو عدالت میں یہ کہکر انکار کر چکے ہیں کہ" میں نبی کی کوئی اصطلاحی تعریف نہیں جانتا"۔ مگر آپ وہی کہے جا رہے ہیں جس سے وہ دستبردار ہو چکے ہیں۔ پھر آپ کی تعریف بالا سے تو ثابت ہوا کہ حضرت عیسےٰ جو غیر تشریعی مگر براہ راست اور حقیقی نبی تھے وہ غیر مستقل اور غیر حقیقی نبی ہو گئے جسے ہر عقلمند آدمی بلکہ ہر دانشمند دیوی بھی غلط قرار دے گا۔ اگر حضرت عیسےٰ حضرت مرزا صاحب کی طرح غیر حقیقی اور غیر مستقل نبی تھے تو اس کے دوبارہ آنے سے مہر نبوّت کیوں ٹوٹتی ۔

خلیفہ صاحب کی حقیقت النبوّۃ صہ ۱۱۱ کا یہ حوالہ جو آپ نے نقل کیا ہے کہ" پس آپ نبی ہیں۔ ہاں یہ سوال رہ جاتا ہے کہ نبیوں کی قسم میں داخل ہیں۔ سو آپ غیر تشریعی امتی نبی ہیں"۔ اب یہاں تو خلیفہ صاحب نے نبوّت کی قسمیں تسلیم کرلی ہیں مگر اپنے مضمون مندرجہ الحکم ۱۹۱۱ء میں یہ بھی تو لکھ چکے ہیں کہ" اللہ تعالےٰ نے آپ کو خاتم النبیّین کے مرتبہ پر قائم کرکے ہر قسم کی نبوتوں کا خاتمہ کر دیا"۔ اب وہ کونسی اقسامِ نبوّت ہیں جن کا خاتمہ ہو چکا؟ علاوہ یہ تو آپ کو بھی مسلم ہے کہ نبوّت تشریعی ہے یا غیر تشریعی۔ اس لئے

ان دونوں باتوں میں سے خلیفہ صاحب کی ایک بات سچی ہو سکتی ہے یعنی اگر ہر قسم کی نبوّت ختم ہے تو نبوّت کی اقسام کرنا غلط ہے اور اگر اقسام کرنا درست ہے تو ہر قسم کی نبوّت ختم کرنا غلط ہے۔

چوتھا سوال :۔ خلیفہ صاحب کا منقولہ بالا یہ حوالہ کہ "پس آپ نبی ہیں ہاں یہ سوال رہ جاتا ہے الخ" نقل کر کے آپ نے سوال کیا ہے کہ اس عبارت کو چھوڑ کر خاکسار راقم تبصرہ نے نئی اُمّت بنانے کا الزام کیوں دیا ہے؟

اس کا جواب سوال نمبر ۳۱ میں دیا جا چکا ہے اور مفصل بحث تبصرہ کے ص ۱۰۱ پر ہے۔ نئی امت بنانے کا الزام نہیں لگایا، بلکہ اپنی تائید میں حوالے پیش کئے ہیں دیکھو تبصرہ ص ۳۲ تا ۳۷۔ اور ایک حوالہ سوال نمبر ۳ کے جواب میں نقل کیا ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ ابھی ایک نبی "احمدؑ" ہندوستان میں ظاہر ہوئے"۔ ص ۳۲۔ تیسرا یہ کہ ایک لیڈی کی وفات پر یہ شعر پڑھا گیا کہ "اے شہیدِ امتِ احمدی صد مرحبا"۔ ان حوالوں میں "احمد نبی" اور "امت" کے الفاظ استعمال کئے ہوئے ہیں۔ کیا ان سے نئی اُمّت بنانے کا ثبوت نہیں ملتا؟ پھر آگے اپنے سوال نمبر ۱۶ میں آپ نے خلیفہ صاحب کا جو حوالہ نقل کیا ہے اس میں مسلمان ہونے کے لئے کلمہ طیّبہ کو چھوڑ کر اپنی طرف سے ایک مبہم حد تجویز کی گئی ہے جو کلمہ کو حد ماننے سے انکار اور فرار کے مترادف ہے۔ اس سے بھی نئی اُمّت کی اساس رکھنا مقصود معلوم ہوتا ہے۔ تفصیل سوال نمبر ۱۶ میں ہے۔

پانچواں سوال :۔ کیا آپ حضرت مسیح موعود کی حضرت عیسٰی سے مماثلت فی النبوّت کے قائل نہیں ؟ مگر حضرت مرزا صاحب تو نئی اُمت نہ بنا کر بھی نبوت کے مدعی ہیں ؟

آپ کا سوال تو مجھے بے دلیل معلوم ہوتا ہے ۔حضرت عیسٰی براہِ راست بلا اتباع کسی دوسرے نبی کے ایسے مستقل اور حقیقی نبی تھے جیسے ہمارے رسول اکرم صلعم ۔ مگر حضرت مرزا صاحب تو آنحضرت کے بروز اور اس لئے غیر حقیقی ۔غیر مستقل اور امتی نبی تھے ۔اب اگر آپ کے نزدیک امتی نبی ایک حقیقی نبی کے برابر ہے ۔تو حضرت مرزا صاحب حضرت عیسٰی اور حضرت محمد صلعم کے برابر ہو گئے ۔مگر وہ تو فرماتے ہیں ۔میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا اس میں حضرت نبی کریم صلعم کی ہتک ہے اور اس کی وجہ اور فرق خود اس حوالہ میں جو آپ نے نقل کیا ہے یہ وضاحت درج ہے ۔اور وہ حوالہ یہ ہے کہ " چونکہ مریم ایک امتی فرد ہے ۔اور عیسٰی ایک نبی ۔پس میرا نام مریم اور عیسٰی رکھنے سے یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ میں امتی بھی ہوں اور نبی بھی مگر وہ نبی جو اتباع کی برکت سے ظلّی طور پر .... نبی ہے " ۔یعنی حضرت مرزا صاحب تو ظلّی اور طفیلی ہیں نہ براہِ راست نبی جس سے حقیقی نبوّت کی نفی مراد ہے کیونکہ حضرت عیسٰی تو حقیقی نبی ہیں نہ ظلّی اور طفیلی ۔

چھٹا سوال :۔ اس سوال میں یہ دعوے کیا ہے کہ جو کچھ خلیفہ صاحب پہلے کہتے تھے وہی عقائد تحقیقاتی عدالت میں بیان کئے ہیں لہذا میں نے (یعنی راقم تبصرہ نے) ان کے بیانات سے غلط نتائج اخذ کئے ہیں ۔

جواب یہ ہے کہ خلیفہ صاحب کے عدالتی بیانات کو میں نے دلائل سے ان کے سابقہ عقیدہ کے خلاف ثابت کیا ہے جس کی تفصیل ص۵۳ تا ص۵۵ پر ہے۔ خلیفہ صاحب نے سلامتِ طبع کا ثبوت دیا کہ ایچا پیچی کے بغیر اپنے سابقہ عقیدہ سے انکار اور انحراف کر لیا۔ کیونکہ کسی تحریر (کتاب ہو۔ مضمون ہو یا خط) سے راقم کا مدعا ہمیشہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنا مافی الضمیر قارئین پر بخوبی ظاہر کر سکے۔ اس لئے وہ اپنی تحریر میں ایسے الفاظ اور فقرات استعمال کرتا ہے جن کا مطلب اور مفہوم معروف اور مسلمہ ہو۔ تاکہ قاری اس کا صحیح مفہوم بآسانی اخذ کر سکے۔ البتہ ذومعنی کلمات (استعارات ہوں یا مجازات) تشریح طلب ہوتے ہیں۔ اور ایک معنی کے علاوہ دوسرے معنی بھی قرینِ قیاس اور قابلِ قبول ہوتے ہیں مگر کسی واضح تحریر کو ذومعنی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ جیسا کہ اب آپ خلیفہ صاحب کی بعض واضح تحریرات کو ذومعنی ظاہر کرتے ہیں مثلاً خلیفہ صاحب کی ایک عبارت رسالہ بیان ص۱۰ پر ہے کہ " میرا تو عقیدہ ہے کہ دنیا میں دو گروہ ہیں۔ ایک مومن دوسرے کافر۔ پس جو مسیح موعود پر ایمان لانے والے ہیں وہ مومن ہیں۔ اور جو ایمان نہیں لاتے خواہ اُن کے ایمان نہ لانے کی کوئی وجہ ہو وہ کافر ہیں"۔ اسی عبارت سے نہ صرف مخالف وکلاء نے بلکہ خود فاضل جج صاحب نے بھی الفاظ مومن اور کافر سے واضح معروف اور اصطلاحی مفہوم (مسلمان اور غیر مسلم) مراد سمجھا ہوا تھا۔ مگر خلیفہ صاحب کے بیان میں اس نئی تاویل پر کہ " لفظ مومن صرف مرزا صاحب پر ایمان لانے کو ظاہر کرنے کے لئے ہے " فوراً یہ سوال کیا کہ

" تو مرزا صاحب پر ایمان لانا جزوِ ایمان نہیں ؟ یعنی کیا آپ یہاں الفاظ مومن اور کافر کے معروف اور مسلمہ مفہوم (مسلم اور کافر) کے برعکس صرف یہ مراد لیتے ہیں کہ یہ الفاظ صرف حضرت مرزا صاحب کو ماننے یا انکار کرنے کے لئے استعمال کئے گئے ہیں۔ کیونکہ فاضل ججان پر تو ان الفاظ کے معروف مفہوم (مسلم اور کافر) کے لحاظ سے واضح ہو گیا تھا کہ مرزا صاحب کا انکار دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے اسی لئے تو عدالت کے سوال کے جواب میں اسی مسلمہ مفہوم کو مدِنظر رکھتے ہوئے تو خلیفہ صاحب کو بھی اس کی صراحت کے لئے مزید یہ کہنا پڑا کہ "اسلام کے بنیادی عقیدوں پر ایمان لانے کے مفہوم میں نہیں"۔ گویا مرزا صاحب پر ایمان لانا نہ شرطِ ایمان ہے اور نہ مسلمان ہونے کے لئے بنیادی عقیدہ۔ اب اگر فاضل جج بھی اس عبارت سے اس کے برعکس مراد لیں جو آپ لیتے تو مجھ جیسا کم علم کیسے کوئی اور معنے لے گا یا ان واضح الفاظ کی تاویل قبول کرے گا۔ اس لئے خلیفہ صاحب نے اپنے اس سابقہ عقیدہ سے انحراف کر لیا ہے کہ "جو شخص حضرت مسیح موعود پر ایمان نہیں لاتا۔ خواہ اس کے ایمان نہ لانے کی کوئی وجہ ہو۔ کافر۔ خارج از دائرہ اسلام ہے"۔ اور یا یہ کہ "جب آپ نبی ثابت ہوئے تو آپ کو ماننا جزوِ ایمان ہوا ...... الہاماً فرمایا جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہو گا .... وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے" صفحہ ۴۵۔ حالانکہ سوال نمبر ۱۶ میں اپنے ایک حوالہ میں خلیفہ صاحب نے کہا

ہے۔ کہ ہم عیسائیوں۔ یہودیوں کو بھی ایسا کافر اور جہنمی نہیں سمجھتے۔ مگر حضرت مرزا صاحب کو نہ ماننے والے بے چارے مسلمانوں کو جہنمی کہتے ہیں۔

ساتواں اور آٹھواں سوال:۔ یہ خلیفہ صاحب نے عدالت کے ایک سوال کے جواب میں کہا تھا کہ حضرت مرزا صاحب کا ماننا جزوِ ایمان نہیں۔ اس کے متعلق مکرم قاضی صاحب کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک "جزو ایمان نہیں" کا مفہوم ہے کہ مسیح موعود کا ماننا اسلام کے بنیادی عقیدوں میں سے نہیں ہے وغیرہ وغیرہ۔

آپ کے ان سوالوں کا جواب تبصرہ میں با وضاحت دیا گیا ہے سابقہ عقائد سے دستبردار ہو جانے کے بعد اب خلیفہ صاحب کے سابقہ عقائد کو زیر بحث نہیں لانا چاہیئے۔ ہاں مگر میرے جیسا کم علم تو آپ کے الفاظ "جزوِ ایمان نہیں" سے یہی مطلب نکالے گا۔ کہ حضرت مرزا صاحب کو ماننا جزوِ ایمان یعنی ان کا انکار اسلام سے خارج نہیں کرتا۔ صاف الفاظ کے من گھڑت معنوں کی بھول بھلیوں سے اصل مفہوم کا انکار اب کیونکہ مانا جا سکتا ہے۔ دراصل تو خلیفہ صاحب نے عدالت میں اپنے سابقہ عقیدہ کا اخفا کیا ہے اگر آپ کا پہلے سے یہی عقیدہ ہوتا تو ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کو آپ کے عقائد کے ردّ میں کفر دون کفر کا رسالہ نہ لکھنا پڑتا۔ اور پھر جب لکھا جا چکا تھا تو اس وقت آپ نے یہ اعتراض کیوں نہ کیا۔ جیسے اب کر رہے ہیں۔ اگر یہ حقیقت ہوتی تو آپ کو ڈاکٹر صاحب اور جماعت لاہور سے آج تک عمر بھر اُلجھنے کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔ پھر بنیادی غیر بنیادی کی تقسیم

اور تفریق بھی بے فائدہ ہے۔ عدالت میں سوال تھا۔کیا سچے نبی کا انکار کفر ہے؟ ایک مسلمان تو حضرت نبی کریم صلعم۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام اور ان سے پہلے سب نبیوں کو سچے مان کر ان کا ماننا جزو ایمان کی بنیادی شرط قرار دیتے ہیں اور ان شرائط میں سے کسی ایک شرط کا نہ ماننا صرف بدعقیدگی نہیں سمجھتے جیسا کہ خلیفہ صاحب کہہ گئے ہیں بلکہ ان انبیاء میں فرق کرنے والا یا جزو ایمان نہ سمجھنے والا کافر پکا کافر خارج از اسلام ہے۔ اس کی تائید میں خلیفہ صاحب نے اس کی کوئی مثال نہیں دی کہ وہ کونسا سچا نبی ہے جس کا انکار پکا کفر نہیں بلکہ ایک بدعقیدگی سے پیدا شدہ کفر ہے اور پھر جب عدالت میں سوال ہوا کہ آنحضرت صلعم کے بعد کتنے سچے نبی گذرے ہیں تو یہ تو تسلیم کر لیا کہ سینکڑوں ہو گذرے ہوں گے مگر وہ جانتے ایک کو بھی نہیں۔ کیا آپ کے نزدیک یہ جواب معقول ہے؟ کیا یہ حیران کُن نہیں کہ خلیفہ صاحب ایک مذہبی راہنما ہو کر ہزاروں نبیوں میں سے کسی ایک کو بھی نہیں جانتے۔ آپ ہی بتلائیں کتنے سچے نبی گذرے ہیں اگر ہزاروں گذر چکے ہیں تو پھر مرزا صاحب نبی کا نام پانے کے لئے مخصوص ہی نہ رہے جس پر آپ سارا زور صرف کرتے ہیں۔ اور اس کو حضرت مرزا صاحب کے نبی ہونے کی زبردست دلیل قرار دیتے ہیں۔

نواں سوال:۔ ایک سوال کے جواب میں خلیفہ صاحب نے کہا تھا کہ مسیح اور مہدی کے ظہور پر اس پر ایمان لانا فرض ہو جاتا ہے۔ قاضی صاحب نے الفاظ "فرض ہو جاتا ہے" سے یہ استدلال کیا ہے۔ کہ پھر تو خلیفہ صاحب نے گویا کہا ہے کہ اس پر ایمان لانا جزو ایمان ہوا اور اس لئے ایمان کی دو صورتیں ہوئیں ایک

بنیادی اور دوسری ضروری۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ قاضی صاحب نے سب کو ویسی سمجھ لیا ہے جو عقل سے کام نہیں لیتے۔ اس لئے قاضی صاحب کا ارشاد ہے کہ اس جگہ "ماننا فرض ہو جاتا ہے" سے مسلمانوں کے ایمان کا ضروری جزو مراد ہے یہ علم کی چالانیاں ہیں یا محمد جیسا کم علم ایسی بات کہے تو بدھو کہلائے مگر عدالت کے سوال میں تو لفظ ضروری جزو بمعنی بنیادی جزو استعمال ہوا ہے جس کا جواب خود خلیفہ صاحب نے بھی یہ دیا ہے کہ "مرزا صاحب پر ایمان لانا جزوِ ایمان نہیں"۔ اگر آپ کا کہنا صحیح مان لیا جائے کہ لفظ فرض سے ایمان کی دو صورتیں ہوئیں۔ ایک بنیادی ایک ضروری تو میں تو ان میں کچھ فرق نہیں کر سکتا۔ نماز مسلمانوں کے لیئے ایک فرض ہے۔ تو تارک نماز کو آپ کیا کہیں گے ضروری کافر یا بنیادی کافر۔ کیونکہ تارک نماز تو مسلمان ہوتے ہوئے ایک فرض حکم کی نافرمانی کر کے گنہگار تو ہو جاتا ہے کافر نہیں ہو جاتا۔ پھر احمدیوں سے عام مسلمانوں کے بڑے اختلافات یہی ہیں کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کو زندہ مانتے ہیں اور حضرت مرزا صاحب کو نہیں مانتے۔ اور اس باہمی اختلاف کو خلیفہ صاحب نے فروعی کہا ہے صـ۴۵ ضروری نہیں کہا۔ یعنی جزوِ ایمان قرار نہیں دیا۔ اور ان کا یہ جواب حضرت اقدس کے اس عقیدہ کے عین مطابق ہے کہ میرے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر اور دجال نہیں ہو سکتا۔ آپ در اصل خلیفہ صاحب کے بنیادی کے مقابلہ میں فروعی کہنے کو غلط ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ وہ تو اب فوت ہو چکے ہیں۔ دگرنہ آپ کو یہ جرأت نہ ہوتی۔

<u>دسواں سوال</u>:۔ "اگر غور سے دیکھا جائے تو دو قسم کے کفر ایک ہی قسم

میں داخل ہیں"۔ خود فاضل ہو کر حضرت اقدس کے اس حوالہ کی تشریح مجھ کم علم سے طلب فرمائی ہے۔

سو غرض ہے کہ دراصل تو یہ سوال خلیفہ صاحب مرحوم سے کرتے کہ اس حوالہ کے ہوتے ہوئے کیوں انہوں نے واضح الفاظ میں عدالت میں بیان کیا کہ کفر دو قسم کا ہوتا ہے ایک ملت سے خارج کر دیتا ہے اور دوسرا نہیں کرتا۔ یا اب اپنے آپ سے کریں جو کہتے ہیں۔ کہ اجزائے ایمان کی دو صورتیں ہوئیں بنیادی اور فروعی ۔معلوم ہوتا ہے ، خلیفہ صاحب کے الفاظ بنیادی اور فروعی کو ہم معنی اور دو قسم کے کفر کو ایک ہی قسم کا کفر قرار دینے کے لئے آپ نے اپنی تائید میں حضرت اقدس کا یہ حوالہ تحریر فرمایا ہے تو گویا آپ کے نزدیک اس حوالہ کا مطلب یہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم اور مرزا صاحب کا کفر ایک ہی قسم کا کفر ہے تو پھر اس کو دو قسم کا کیوں کہا گیا۔ گویا آپ نہ حضرت مرزا صاحب کے عقیدہ کو اور نہ خلیفہ صاحب کے عقیدہ کو حق تسلیم کرتے ہیں۔ بلکہ اپنے نظریہ کے مطابق صرف اسلام سے خارج کرنے والا ایک ہی کفر مانتے ہیں۔ کاش کہ حضرت اقدس کا یہ خود خود ہی پورا نقل کر دیا ہوتا جس سے خود بخود اس کی صراحت ہو جاتی۔ مگر آپ عالم فاضل ہیں میں کم علم اور گنہگار کیا کہ سکتا ہوں سوائے اس کے کہ پورا حوالہ نقل کر دوں :۔ "ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے۔ اور آنحضرت کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔ دوسرے یہ کفر کہ مثلاً (یعنی اسی قسم کے کفر تو بہت ہیں۔ مگر ایک کی مثال یہ ہے کہ۔ناقل) وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا .... جس کے ماننے کے بارہ میں خدا اور

رسُول نے تاکید کی ہے .... پس اس لئے کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے کافر ہے" اور اس کی تشریح بھی فرمادی کہ اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔ کیونکہ جو شخص باوجود شناخت کر لینے کے خدا اور رسول کے حکم کو نہیں مانتا۔ وہ بموجب نصوص قرآن و حدیث خدا اور رسُول کو نہیں مانتا" پس آنحضرت صلعم کی رسالت کے انکار کو تو اصل یعنی اسلام کا انکار قرار دیا ہے اور رسول کے حکم کے انکار کو فرع کا کفر۔ کیونکہ کفر خواہ کلمہ طیبہ کا ہو یا حضرت مسیح موعود کا وہ خدا اور رسول کی وجہ سے ہے نہ مسیح موعود کی وجہ سے جس کا نہ ماننا ایک حکم کی نافرمانی ہے اور فرض حکم کئی قسم کے ہیں مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ، جن کی نافرمانی پر دوسری قسم کا کفر عائد ہوتا ہے اور اس کی مثال حضرت مسیح موعود کے انکار کی دے کر خود ہی تشریح بھی فرمادی کہ" وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے کافر ہے"۔ یعنی رسول اللہ صلعم اصل ہیں حضرت مسیح موعود فرع۔ اس لئے فرع کا کفر اصل کے کفر میں شامل ہے اور اس میں چونکہ آنحضرت صلعم کے حکم کی نافرمانی ہے اس لئے قابلِ مواخذہ ہے اور خود ہی اس کی تشریح بھی فرمادی کہ" اس گناہ کا دادخواہ میں نہیں ہوں بلکہ ایک ہی ہے جس کی تائید کے لئے میں بھیجا گیا ہوں یعنی حضرت محمد صلعم۔ جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ میرا نہیں بلکہ ان کا نافرمان ہے جس نے میرے آنے کی پیشگوئی کی" اس حوالہ میں یہ امر بہت غور طلب ہے کہ حضرت اقدس اپنے انکار کو کفر نہیں کہتے بلکہ ایک گناہ قرار دے کر دادخواہ ہوتے ہیں۔ اور نہ ماننے والے کو کافر کی بجائے

نافرمان کہتے ہیں۔ غرض حضرت مسیح موعود نے آنحضرت صلعم کے بعد کسی شخص کو یہ حیثیت نہیں دی کہ جس کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو سکتا ہو۔ کیونکہ ختم نبوت اور تکمیل شریعت کے بعد ایمانیات میں کچھ ازدیاد نہیں ہو سکتا جس کا انکار دائرہ اسلام سے خارج کر سکتا ہو۔ اسی مفہوم کو خود خلیفہ صاحب نے اسی سوال کے جواب میں کہ "کیا سچے نبی کا انکار کفر نہیں" یوں بیان فرمایا ہے ص۳۳۔ کہ کفر دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک وہ جس سے کوئی شخص ملت سے خارج ہو جاتا ہے دوسرا وہ جس سے ملت سے خارج نہیں ہوتا کلمہ طیبہ کا کفر پہلی قسم کا کفر ہے دوسری قسم کا کفر اس سے کم درجہ کی بدعقیدگی سے پیدا ہوتا ہے۔" مگر دوسرے کفر کی مثال نہیں دی کہ وہ کونسے سچے نبی ہیں۔ جن کا انکار ملت سے خارج نہیں کرتا۔ بلکہ صرف بدعقیدگی ہے۔ اب خاتم النبیین کے بعد نہ کوئی نیا نبی آ سکتا ہے اور نہ پرانا۔ اور اس لئے شرائط ایمان میں بھی نہ ایزادی ہو سکتی ہے نہ کمی۔ ہاں اگر آپ خلیفہ صاحب کے اس سابقہ بیان پر کہ "جب آپ نبی ثابت ہوئے تو آپ کا ماننا جزو ایمان ہوا۔" (الفضل ۲۴ مئی ۱۹۱۴ء) پر ایمان رکھ کر قسم اول اور دوم کو ایک ہی قسم قرار دیں تو تبصرہ ص۸۹ تا ۹۲ پر بھی اس پر کافی وضاحت موجود ہے۔ لیکن زیادہ تفصیل رسالہ کفر دون کفر میں ہے جو ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے رقم فرما کر شائع کیا تھا۔ اور حوالہ بالا کا وہ مفہوم لیا جائے کہ دو نو کفر برابر اور ایک ہی قسم ہیں جو آپ نے اپنے ذہن میں رکھ کر اس کی تشریح طلب کی ہے تو یہ جو آپ نے اوپر کہا ہے کہ ہمارے نزدیک تو جزو ایمان نہیں" کا مفہوم یہ

ہے کہ مسیح موعود کا ماننا اسلام کے بنیادی عقیدہ توحید اور رسالت محمدیہ میں سے نہیں ہے" وہ بھی غلط قرار پائے گا حالانکہ آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود اور خلیفہ صاحب کے نزدیک یہ کفر، قسم اوّل ہے۔ اب اگر حضرت اقدس کی عبارت بالا دو تو قسم کفر سے ایک ہی قسم کفر مراد ہے تو آپ کا مذکورہ بیان بھی غلط ہی ہوگا۔ غرض ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بغاوت کی خصلت ربوی حضرات میں اس قدر راسخ ہوگئی ہے کہ اپنی رائے کے مقابلہ میں خود خلیفہ صاحب کے واضح ارشادات کو ماننے سے بھی انکاری ہیں ورنہ آپ بنیادی کے مقابلہ میں اس کا ہم معنی لفظ ضروری استعمال نہ کرتے بلکہ فروعی لکھتے۔ بھلا غور فرمائیں اگر دونو قسم کفر سے ایک ہی کفر مراد ہوتا تو حضرت اقدس نے کیوں واضح طور پر ایسا نہ لکھ دیا۔ اس سے ملتی جلتی ایک تحریر الوصیت میں ہے کہ "بعض افراد نے باوجود امتی ہونے کے نبی کا خطاب پایا۔ کیونکہ ایسی صورت کی نبوت، نبوت محمدیہ سے الگ نہیں بلکہ اگر غور سے دیکھو تو وہ خود نبوت محمدیہ ہی ہے جو ایک پیرایۂ جدیدہ میں جلوہ گر ہوئی ہے۔ یہی معنے اس فقرہ کے ہیں کہ نبی اللہ و امامکم منکم یعنی وہ نبی بھی ہے اور امتی بھی۔.........
مبارک وہ جو اس نکتہ کو سمجھے تا ہلاک ہونے سے بچ جائے"۔ تو کیا اس حوالہ میں افرادِ امت والی اور حضرت محمد صلعم کی نبوت کو ایک ہی مانیں گے حالانکہ افراد امت کی نبوت سے تو بروزیت اور فنا فی الرسول کا مقام مراد ہے نہ نبوت اس کو اچھی طرح سمجھ لیں یہ ہلاکت کا گڑھا ہے۔

پھر خلیفہ صاحب نے یہ بھی فرمایا ہے کہ "ایسے ہی ایک احمدی کا فرض ہے

کہ جو مسیح موعود کی بیعت میں داخل نہیں۔ اسے مسلمان نہ سمجھے۔ یہاں لفظ فرض سے ایمان کی کونسی صورت مراد ہے۔ بنیادی یا غیر بنیادی؟ غلط نظریات اور غلط عقائد الفاظ کی بھول بھلیوں سے سچے ثابت نہیں ہو سکتے۔

سوال گیارہ دیارہ :۔ خلیفہ صاحب نے "دائرہ اسلام سے خارج" کو ایک اصطلاح قرار دے کر عدالت میں کہا تھا کہ حضرت نبی کریم صلعم نے بھی فرمایا ہے کہ جو شخص کسی ظالم کی امداد کرتا ہے۔ وہ اسلام سے خارج ہے۔ قاضی صاحب کہتے ہیں۔ کہ بیان کا یہ آخری فقرہ میں نے تبصرہ میں اپنے استدلال کے وقت نقل کیوں نہیں کیا۔ اب حق تو یہ تھا کہ میرے استدلال کو قبول کر لیتے کہ بلاشبہ خارج از اسلام کا مفہوم صاف اور واضح ہے۔ کسی تاویل کا محتاج نہیں چنانچہ خود خلیفہ صاحب نے بھی خود عدالت میں یہ کہکر مخلصی کرائی کہ اس میں میرے ذہن میں وہ مسلمان تھے جو دون الایمان اور فوق الایمان کے تحت آتے ہیں مگر یہ خارج از اسلام کی تاویل نہیں ہو سکتی۔ سوال تو کفر اسلام کا تھا۔ ایمان کی تقسیم کے متعلق نہ تھا۔ حدیث شریف کے الفاظ میں نے اس لئے نقل نہیں کئے تھے کہ اس میں تو دراصل نفئ کمال مراد ہے یعنی ایسا شخص جو ظلم روا رکھتا ہے۔ وہ پکا مسلمان نہیں وگرنہ تاریخ اسلام میں تو کسی ظالم کی مثال نہیں ملتی جسے اس وجہ سے ہندوؤں اور عیسائیوں کی طرح غیر مسلم قرار دے کر اس سے سوشل معاملات شرعاً حرام قرار دیئے گئے ہوں جیسا کہ آپ نے مسلمانوں کو "خارج از اسلام" کہکر ان سے سوشل اور مذہبی معاملات حرام قرار دیئے ہوئے ہیں۔ اور جس پر

آپ کا سختی سے عمل ہے حالانکہ آپ کو یہ بھی علم ہے کہ آپ کا یہ عمل حضرت اقدس کے اس فتوے کے سراسر خلاف ہے جو آپ کے پاس ہے مگر جس کو ردّ کیا ہوا ہے پھر بعض لوگوں کو اپنے ذہن میں رکھ کر عام فتوےٰ دینا کیونکر جائز ہو سکتا ہے حقیقت یہ ہے کہ یہاں سوال کفرِ اسلام کے متعلق تھا۔ نہ ایمان کے۔ نہ خلیفہ صاحب جو پہلے ہر تشریعی غیر تشریعی نبی (جن میں حضرت مرزا صاحب کو بطور غیر تشریعی نبی شامل کرتے تھے) کے منکر کو بے ایمان اور کافر قرار دیتے تھے (کیونکہ اُن کے اس قول کے مطابق کہ "ہر نبی اپنے وقت کا بادشاہ ہوتا ہے"۔ اور "بلحاظ نبوّت اُن میں کوئی فرق نہیں" یعنی آنحضرت اور مرزا صاحب ایک جیسے نبی ہیں) وہ تو اب اپنا عقیدہ بدل چکے اور حضرت مرزا صاحب پر ایمان لانا جزوِ ایمان قرار نہیں دیتے بلکہ حضرت مرزا صاحب کو نہ ماننا ایک بد عقیدگی سمجھتے ہیں کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اگر حضرت مرزا صاحب کو نبی تسلیم کریں۔ تو اس وقت کے بادشاہ (بہ حیثیت نبی) حضرت نبی کریم صلعم نہ رہیں گے بلکہ حضرت مرزا صاحب ہو جائیں گے۔ اس لئے خلیفہ صاحب نے تو فی الحقیقت عدالت میں حضرت مرزا صاحب کی نبوّت سے انکار کیا ہے۔ لیکن آپ ہیں۔ کہ سابقہ عقائد پر قائم اور مصر ہو کر آنحضرت صلعم کی بادشاہت کے منکر ہیں۔ اور بنیادی اور ضروری کی غلط منطق میں پھنس کر نہ حضرت اقدس کے فرمان کو مانتے ہیں بلکہ اب تو خلیفہ صاحب کے حکم کو بھی نہیں مانتے جو عدالت میں تسلیم کر چکے ہیں کہ نہ حضرت مرزا صاحب نبئ وقت اور بادشاہ وقت ہیں۔ اور نہ اُن پر ایمان لانا جزوِ ایمان ہے۔

اب تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ یہ ظاہر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ گویا آپ تو پہلے سب کچھ وہی مانتے تھے جو جماعتِ لاہور کا عقیدہ ہے۔ اگر یہ حقیقت ہے۔ تو چشمِ ماروشن دلِ ماشاد مگر ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ڈھونڈھنے کی مثال پر عمل نہ کیجئے۔ معقولیت سے کام لیجئے۔ اور ایچا پیچیوں سے حضرت اقدس کے محکم - واضح اور ناقابلِ تردید عقائد کو مشکوک بنا کر عوام کی نظر میں ناقابلِ قبول نہ بنایئے - اور جو عدالت میں اعتراف ہو چکا ہے اسے بطیبِ خاطر قبول کر لیں۔ مذہب میں کج بحثی سلیم الطبع لوگوں کے لئے ابتلا کا باعث بن جاتی ہے۔

آپ نے پیغامِ صلح میں شائع شدہ ایک عبارت کا حوالہ بھی دیا ہے۔ جس میں غالبًا ایڈیٹر نے اپنے الفاظ میں یہی لکھا ہوگا کہ جو کچھ خلیفہ صاحب نے عدالت میں کہا۔ اس میں اپنے سابقہ عقیدہ سے انحراف اور ہمارے عقائد کا اعتراف کیا ہے کیونکہ یہی خود حضرت اقدس کا اصل اور غیر متبدل عقیدہ تھا۔ اللہ تعالےٰ ان کو جزائے خیر دے گا۔ اگر غلط عقائد کو چھوڑ کر آپ کے نزدیک خفت اور ذلّت کا موجب ہے تو بیشتر عالم اور فاضل احمدی اس کا ارتکاب کر چکے ہیں جو حیاتِ مسیح اور نزولِ مسیح اور مہدی کے مروجہ عقائد چھوڑ کر حضرت مرزا صاحب کو سچا مانتے ہیں اور ہم سب اسے ذلّت کی بجائے باعثِ برکت اور سعادت بلکہ راہِ نجات سمجھتے ہیں۔ اور ایسا نہ کرنے والوں کو قابلِ مواخذہ جانتے ہیں۔

<u>سوال تیرہ</u> :- قاضی صاحب نے یہاں عدالت کے بعض سوال جواب

نقل کر کے مجھے ان کی طرف توجہ دلائی ہے حالانکہ اُن پر تبصرہ میں مفصّل بحث ہے۔ چنانچہ مَیں نے وہاں لکھا ہے۔ کہ (۱) حضرت نبی کریم صلعم کا کامل پیرو حضرت نبی نہیں کہلاسکتا۔ کیونکہ .... نبوّت محمدیہ کی اس میں ہتک ہے۔ ہاں امتی اور نبی اجتماعی حالت میں صادق آ سکتے ہیں..... جیسے صُوفیوں کی اصطلاح میں فنا فی الرّسول کہتے ہیں" ص۱۵۔ اب ہم تو حضرت مرزا صاحب کو ان کے فرمان کے خلاف صرف نبی کہکر حضرت نبی کریم صلعم کی نہ ہتک کرتے ہیں اور نہ گنہگار بنتے ہیں۔ اگر آپ یہ ہتک کریں تو آپکی مرضی۔

(۲)" آنحضرت کے بعد کسی پر نبی کے لفظ کا اطلاق بھی جائز نہیں جب تک اس کو امتی بھی نہ کہا جائے (۳) یہ مرکب نام (یعنی اُمتی نبی — ناقل) ایک الگ نام ہے" ص۱۰

(۴) لفظ نبی اور رسول میرے الہام میں بے شک ہیں مگر وہ استعارہ اور مجاز کے رنگ میں ہیں نہ حقیقت کے طور پر۔

(۵) حضرت اقدس نے اسلامی اصطلاح میں نبی ہونے سے نہ صرف صاف انکار کیا ہے بلکہ جو کوئی لفظاً اصطلاحی معنوں میں ان کی طرف منسوب کرے وہ افتراء کرتا ہے۔

(۶) حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں "۔ میری نبوّت آنحضرت کی ظل ہے نہ اصل۔ اس لئے الہام میں جیسا نبی نام رکھا۔ ویسا ہی امتی بھی رکھا۔" حضرت اقدس نے اُمتی ہونے سے کبھی انکار نہیں کیا مگر نبی ہونے سے قسمیں کھا کھا کر انکار کیا تو اس لئے وہ امتی ہی ہوئے کیونکہ وہ (یعنی محدّث) اگرچہ <u>کامل طور</u>

پر اُمتی ہے۔ مگر ایک وجہ سے (یعنی ناقص طور پر۔ ناقل) نبی بھی ہوتا ہے"
(ازالہ اوہام) اور اس لئے بھی کہ

(۷) "مستقل اور حقیقی نبی اُمتی نہیں ہو سکتا" اس لئے حضرت مرزا صاحب اُمتی نبی بمعنی غیر نبی ہیں کیونکہ

(۸) حضرت اقدس فرماتے ہیں "بار بار کہتا ہوں۔ الفاظ رسول اور نبی میرے الہام میں ہیں۔ لیکن اپنے حقیقی معنوں پر محمول نہیں۔ اور نبی کرکے پکارنا جو حدیثوں میں ہے، وہ بھی حقیقی معنوں پر اطلاق نہیں پاتا۔ یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے کہ نبوت کے دروازے خاتم النبیین کے بعد بکلی بند ہیں" (ہم تو خدا کے علم کو غلط کہنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ یہ جسارت آپکو مبارک ہو کیونکہ خود حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ)

(۹) "میں محکم ایمان اور کامل یقین سے آنحضرت صلعم کے خاتم النبیین ہونے کا قائل ہوں اور علیٰ رؤس الاشہاد گواہی دیتا ہوں کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نیا ہو یا پرانا نہیں آسکتا کیونکہ آیت خاتم النبیین اور حدیث لانبی بعدی ایک نبی کے آنے میں لاینحل اور روک ہے۔ اور اس لئے میں خانۂ خدا میں اس کے منکر کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں" یہاں دعویٰ نبوت منسوب کرنے والوں کے لئے ایک نا قابلِ تردید حجت اور دلیل بھی ہے۔ اور انتباہ بھی۔ جب تک آیت خاتم النبیین اور حدیث لانبی بعدی کی لاینحل روک قائم ہے دعوئے نبوت سچا ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس لئے پہلے اس آیت اور حدیث کو منسوخ کرو تاکہ دعوئے نبوت سچا ثابت ہو۔

(۱۰) حضرتِ اقدس پر وحی ہوئی "لک خطاب العزۃ" یعنی نبی کا نام بطور عزت ہے اور الوصیت میں ہے "بعض افراد نے باوجود امتی ہونے کے نبی کا خطاب پایا۔" اس لئے نبی کا نام پانے سے کوئی شخص حقیقتاً نبی نہیں ہو جاتا۔ اس لئے خلیفہ صاحب نے اسی سوال کے جواب میں کہ مرزا صاحب کن معنوں میں نبی تھے صرف اتنا کہا کہ "اللہ تعالیٰ نے وحی میں ان کا نام نبی رکھا۔" حالانکہ وحی میں تو احمد۔ محمد۔ عیسےٰ بن مریم وغیرہ نام بھی رکھے۔ جو مجازی ہیں نہ حقیقی اور ایسے ہی وحی میں لفظ نبی بھی مجازاً" اور اعزازاً" کہا ہے نہ حقیقتاً"۔

اب مَیں خلیفہ صاحب کے بعض ایسے عدالتی سوال و جواب نقل کرتا ہوں۔ (جو قاضی صاحب نے پورے نقل نہیں کئے۔ ناقل) جن سے ان کے عقائد کا پورا اظہار ہوتا ہے۔

سوال عدالت	جواب خلیفہ صاحب	ریمارکس
۱۔ کیا احمدیوں اور غیر احمدیوں کے درمیان اختلافات بنیادی ہیں؟	اگر بنیادی کا مفہوم وہی ہے جو ہمارے نبی کریم نے لیا ہے تب یہ اختلافات بنیادی نہیں ہیں۔	احمدیوں اور غیر احمدیوں کے مابین متنازعہ فیہ مسائل یہ ہیں کہ:- (۱) حضرت عیسٰیؑ کو زندہ ماننا یا فوت شدہ
۲۔ اگر لفظ بنیادی عام معنوں میں لیا جائے تو پھر؟	عام معنوں میں اس کا مطلب اہم ہے لیکن اس مفہوم کے لحاظ سے بھی اختلافات بنیادی نہیں فروعی ہیں۔	(۲) خود حضرت عیسٰیؑ کا دوبارہ نازل ہونا یا اس کے مثیل کا آنا اور یہ اجزا سے ایمان نہیں اس لئے یہ باہمی اختلافات

۳- کیا مسیح یا مہدی کو نبی کا رتبہ حاصل ہو گا؟	جی ہاں۔	بھی بنیادی نہیں۔ لیکن اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ مسیح
۴- کیا مسیح اور مہدی کے ظہور پر اس پر ایمان لانا مسلمانوں کے عقیدے کا ضروری جزو ہے؟	جی ہاں۔ اگر کوئی سمجھ جاتا ہے کہ یہ دعوے درست ہے۔ تو اس پر فرض ہو جاتا ہے۔	اور مہدی نبی ہو گا۔ اور اس کا ماننا مسلمانوں کے عقیدہ کا ضروری جزو بھی ہو گا۔ اور حضرت مرزا صاحب
۵- کیا مرزا صاحب نے مسیح اور مہدی ہونے کا دعوے کیا۔	جی ہاں	ہی مسیح اور مہدی ہیں۔ تو خلیفہ صاحب نے ان پر ایمان لانا کیوں جزو ایمان
۶- ذکر الٰہی ص۲۲ پر ہے "میرا تو عقیدہ ہے کہ دنیا میں دو گروہ ہیں۔ ایک مومن دوسرے کافر۔ پس جو حضرت مسیح موعود پر ایمان لائے وہ مومن ہیں۔ اور جو نہیں لائے .... وہ کافر۔" کیا یہاں لفظ کافر مومن کے مقابل پر استعمال ہوا ہے۔	اس عبارت میں مومن سے مراد وہ شخص ہے جو مرزا غلام احمد پر ایمان لاتا ہے۔ اور کافر سے مراد وہ شخص ہے۔ جو آپ کا انکار کرتا ہے۔ (حالانکہ مسلمانوں کے نزدیک ان الفاظ کے معروف معنے یہ ہیں کہ جو کلمہ شہادت پڑھتا ہے وہ مومن اور جو انکار کرتا ہے وہ کافر اور اسی مفہوم کو مدِنظر	نہیں کہا؟ جبکہ ایک نبی کا منکر تو مسلّمہ طور پر دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے مگر چونکہ حضرت مرزا صاحب غیر نبی ہیں۔ اس لئے ان کا نہ ماننا کسی بنیادی عقیدہ یعنی اصل اسلام کا انکار ہے۔ اور نہ جزو ایمان ہے اور یہی بات صحیح بھی ہے جو خلیفہ صاحب نے

	دکھ کر فاضل ججان نے اگلا سوال کر دیا۔ اور اسی مفہوم کی تردید کے لئے خود خلیفہ صاحب کو اگلے سوال کے جواب میں یہ الفاظ ایزاد کرنے پڑے۔ کہ "نہ اسلام کے بنیادوں عقیدوں پر ایمان لانے کے مفہوم میں ـــ ناقل)	بھی عدالت میں کہدی ہے اگرچہ آخری سوال کا جواب مطابق سوال نہیں دیا۔ بلکہ ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ جن سے شاید اصل عقیدہ کا اخفا مطلوب تھا۔
۷۔ تو کیا مرزا صاحب پر ایمان لانا جزوِ ایمان ہے؟	جی نہیں۔ یہاں لفظ مومن صرف مرزا غلام احمد صاحب پر ایمان لانے کے مفہوم کو ظاہر کرنے کے لئے استعمال کیا گیا ہے نہ کہ اسلام کے بنیادی عقیدوں پر ایمان لانے کے مفہوم میں۔ کوئی شخص جو مرزا غلام احمد پر ایمان نہیں لاتا دائرہ اس سے خارج قرار نہیں دیا جا سکتا۔	
۸۔ کیا آپ مرزا غلام احمد صاحب کو ان ماموروں میں شمار کرتے ہیں۔ جن کا ماننا مسلمان کہلانے کے لئے ضروری ہے؟		

اب آپ تو شاید تسلیم نہ کریں گے۔ مگر خلیفہ صاحب تو حضرت مرزا صاحب پر ایمان لانا جزوِ ایمان نہیں سمجھتے تھے۔ کیونکہ وہ غیر نبی تھے۔ نبی کا نام اعزازی طور پر پایا تھا۔

سوال چودہ :۔ قاضی صاحب نے حضرت مرزا صاحب کا یہ حوالہ نقل کیا ہے کہ "۔ اور مجھکو بتلایا گیا ہے کہ جو مسلمان کو کافر کہتا ہے۔ اور اس کو اہل قبلہ اور کلمہ گو اور عقائدِ اسلام کا معتقد پاکر بھی کافر کہنے سے باز نہیں آتا وہ (احمدی ہو یا غیر احمدی — ناقل) خود دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔" قاضی صاحب نے اس کو غیر احمدیوں پر چسپاں کیا ہے۔

بلاشبہ اس میں اولاً غیر احمدی ہی مخاطب ہیں۔ لیکن میرے نزدیک یہ خطاب عام ہے اور حضرت اقدس نے عالم الغیب خدا سے خبر پاکر جہاں مخالفین کے لئے رقم فرمایا ہے۔ وہاں اب ربوی حضرات پر بھی اطلاق پاتا ہے۔ کیونکہ وہ عام مسلمانوں کو کلمہ گو۔ اہلِ قبلہ اور عقائد اسلام کا پابند پاکر بھی کافر کہتے ہیں۔ اور اس لئے یہ بھی ان آئمۃ التکفیر اور مفتیان میں شامل ہو جاتے ہیں جو اس حوالہ میں مخاطب ہیں۔ اور اس لئے جب مکفّرین اور مکذّبین کے ہم نوا اور ہم عقیدہ ہو کر ربوی یہ کہتے ہیں کہ سا۱۹۰۱ء سے پہلے حضرت اقدس نبی ہونے سے انکار کرنے میں غلطی میں مبتلاء تھے تو گویا یہ بھی اس وقت حضرت اقدس کو باوجود اسلام کا پابند پانے کے کافر خارج از دائرہ اسلام کہتے ہیں کہ وہ مدعی نبوت تھے اس لئے ایسے لوگوں سے (جن میں اب ربوی بھی شامل ہو جاتے ہیں) حضرت مرزا صاحب مباہلہ تک جائز سمجھتے ہیں۔ دگرنہ

ان کا یہ اعلان نہ ماننے والے عام مسلمانوں کے لئے تو ہرگز نہیں ہو سکتا اور اس کی تصدیق خود خلیفہ صاحب کے اس عدالتی بیان سے ہوتی ہے۔ جس میں کہا تھا کہ اپنے دعوے کے دس سال بعد تک حضرت اقدس غیر احمدیوں کو کلمہ گو اور اہل قبلہ یقین کر کے ان سے مل کر نماز، نماز جنازہ پڑھتے رہے۔ گو درحقیقت تو حضرت اقدس کا شروع سے وفات تک ایک ہی عقیدہ اور عمل رہا۔ چنانچہ اس بارہ میں ایک حوالہ یہ بھی ہے کہ "اس جھوٹ کو تو دیکھو .... کہ گویا ہم نے بیس کروڑ .... کلمہ گویوں کو کافر ٹھہرایا ہے۔ حالانکہ ہماری طرف سے تکفیر میں سبقت نہیں ہوئی .... کوئی ایسا کاغذ یا اشتہار ہماری طرف سے ان لوگوں کے فتویٰ کفر سے پہلے شائع نہیں ہوا۔ جس میں ہم نے مخالف مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہو وہ پیش کریں۔ ورنہ یہ کس قدر خیانت جھوٹ اور خلاف واقعہ تہمت ہے"۔ محترم قاضی صاحب! کیا آپ لوگوں کے پاس حضرت اقدس کا کوئی رسالہ یا اشتہار اس کے خلاف ہے جس کی بناء پر انوار خلافت صفحہ ۹۰ پر یہ لکھا گیا کہ "ہمارا فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں۔ اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ کیونکہ وہ ہمارے نزدیک خدا تعالےٰ کے ایک نبی کے منکر ہیں۔ یہ دین کا معاملہ ہے۔ اس میں کسی کا اپنا اختیار نہیں"۔ اور اگر حضرت اقدس کا ایسا کوئی رسالہ یا اشتہار آپ کے پاس نہیں ہے۔ تو کیا آپ اسے حضرت مرزا صاحب پر خیانت۔ جھوٹ اور خلاف واقعہ تہمت شمار نہ کریں گے کہ انہوں نے آپ کے ذمہ یہ فرض لگایا کہ کلمہ گو مسلمانوں کو اس لئے کافر کہیں۔ کہ وہ حضرت مرزا صاحب کا انکار کرتے ہیں؟ کافی ہے سوچنے کو گر اہل کوئی ہے۔

سوال پندرہ :۔ سوال پوچھا ہے۔ کہ حضرت اقدس نے اپنی بیعت کو قرار دے کر مدارِ نجات ٹھہرایا ہے۔ تو ان کی بیعت نہ کرنے والے کس زمرہ میں شامل ہوں گے۔ منکرین یا زمرۂ متبعین میں؟

یہ ایک منطقیانہ سوال ہے۔ جواب یہ ہے کہ ایک منکر متبع تو ہو نہیں سکتا مگر بیعت نہ کرنے والوں میں تو ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں۔ جو دل سے حضرت اقدس کو سچا مانتے تھے۔ ان کے متعلق بھی خلیفہ صاحب کے بعض فتوے اور حوالے تبصرہ سے نقل کئے دیتا ہوں۔ جن کو شاید آپ نے قابلِ التفات نہیں سمجھا:۔

(۱) "غیر احمدی کے پیچھے جس نے اب تک باقاعدہ بیعت نہ کی ہو۔ خواہ وہ حضرت صاحب کے سب دعاوی کو بھی مانتا ہو۔ نماز جائز نہیں"۔ یہاں سب دعویٰ ماننے والوں کو آپ کس زمرہ میں شمار کریں گے؟ اور کس گناہ کی پاداش میں اس کے پیچھے نماز ناجائز ہے؟ کیا سب دعوے ماننے کی وجہ سے؟

(۲) "پس نہ اس کو جو آپ کو کافر تو نہیں کہتا مگر آپ کے دعوے کو نہیں مانتا کافر قرار دیا ہے بلکہ وہ بھی جو دل سے آپ کو سچا قرار دیتا ہے۔ اور زبانی بھی آپ کا انکار نہیں کرتا۔ لیکن بیعت میں کچھ توقف ہے۔ کافر قرار دیا ہے"۔ جو شخص نہ صرف زبانی بلکہ دل سے بھی سچا مانتا ہے۔ آپ اسے کس زمرہ میں شامل کریں گے؟ منکرین میں یا متبعین میں۔

(۳) اس سوال کے جواب میں کہ "کیا ایک سچے نبی کا انکار کفر نہیں؟" کلمہ طیبہ کا کفر پہلی قسم کا کفر ہے۔ دوسری قسم کا کفر اس سے کم درجہ کی بدعقیدگیوں سے پیدا شدہ کفر ہے"۔ مگر کسی ایسے سچے نبی کی مثال نہیں دی جس کا انکار

کفر نہیں بلکہ صرف بدعقیدگی ہے۔ خلیفہ صاحب کی مراد غالباً حضرت مرزا صاحب سے ہے جن کی طرف خود ہی نبوت بھی منسوب کرتے ہیں۔ مگر ان کے نزدیک حضرت اقدس کا انکار صرف ایک بدعقیدگی ہے۔ کفر نہیں۔

اب یہ تو ایک مسلمہ بات ہے کہ حضرت خاتم النبیّین سے پہلے تو سب نبی سچے تھے۔ جن کا ماننا جزوِ ایمان ہے۔ اور ان کا انکار بدعقیدگی نہیں۔ بلکہ کفر ہے۔ جو اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ اور ہمارے نزدیک آنحضرت صلعم کے بعد کوئی سچا نبی ہوا ہی نہیں۔ اور جو مدّعی نبوت ہوئے۔ وہ مسلمہ طور پر کاذب تھے تو اب وہ کونسا سچا نبی ہے جس کا انکار کفر نہیں صرف بدعقیدگی ہے؟ ایک غور طلب سوال یہ بھی ہے کہ کیا ایسا شخص جو حضرت مرزا صاحب کو سچا مانتا ہو۔ وہ اس کو کافر قرار دے کر اس کے پیچھے نماز یا اس کا جنازہ ناجائز قرار دے سکتے ہیں" کیا خواجہ غلام فرید صاحب ساکن چاچڑاں جنہوں نے بیعت نہیں کی تھی۔ کافر تھے؟ حالانکہ حضرت اقدس نے تو ان کی بڑی تعریف کی ہے۔ بلکہ اب تو اہلِ ربوہ بھی فخریہ طور پر خواجہ صاحب کا نام اپنے لٹریچر میں لکھتے ہیں۔ خود حضرت اقدس تو یہ اعلان بھی کر چکے ہیں۔ کہ میں کسی کلمہ گو کا نام کافر نہیں رکھتا جب تک وہ میری تکذیب کر کے اپنے تئیں خود کافر نہ بنا لے۔ تو قلب اور لسان سے سچا ماننے والے کو وہ کافر کس طرح کہہ سکتے ہیں ۔ یہ حضرت اقدس کے عقیدہ کے سراسر خلاف اور ان پر افتراء اور تہمت نہیں؟ اور کیا افتراء اور تہمت کا یہ فتوے آپ پر اطلاق نہیں پائے گا جو ایسا عقیدہ رکھتے ہیں۔

کفر اسلام کی حد فاصل جیسا کہ تبصرہ صفحہ ۳ پر بشرح وبسط سے لکھدیا

ہے۔ صرف جناب خاتم النبیّین والمرسلین کے انکار و اقرار سے مخصوص ہے
جو دائمی ہے۔ یعنی جو حضرت محمد رسول اللہ کو مانتا ہے وہ مسلم اور جو نہیں مانتا
وہ کافر اور یہ حد تا قیامت ہے جو بدلی نہیں جا سکتی کیونکہ نبی پاک کے بعد اب
قیامت تک کوئی نبی تو آئے گا ہی نہیں جو اس حد کو توڑ دے۔ البتہ حدیث مجدّد
کے مطابق قیامت تک مجدّد آتے رہیں گے۔ اور یہ اس حدیث کے بھی مطابق ہو
کہ کُلّما ھلک نبیٌ خلفہٗ نبیٌ وانّہ لانبی بعدی۔ سیکون
خلفاء فیکثرون۔ جب کبھی نبی مرتا ہے۔ تو اس کے بعد نبی آتا ہے
مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ ہاں کثرت سے خلیفے آئیں گے۔ مگر ان
کے آنے سے نہ یہ حد ٹوٹ سکتی ہے۔ اور نہ اُن میں سے کسی کیلئے دائمی ہو
سکتی ہے۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحب خود فرماتے ہیں :-

" ڈاکٹر عبدالحکیم ...... میرے پر یہ الزام لگاتا ہے کہ ...... جو
شخص میرے پر ایمان نہیں لائے گا گو وہ میرے نام سے بھی بے خبر ہو گا اور
گو وہ ایسے ملک میں ہو گا جہاں تک میری دعوت نہیں پہنچی۔ تب بھی وہ کافر
ہو جائے گا ...... یہ ڈاکٹر صاحب کا سراسر افتراء ہے کیونکہ میں نے کسی
کتاب یا اشتہار میں ایسا نہیں لکھا۔"

بالفرض اگر یہ حد مرزا صاحب کے لئے قائم بھی کر دیں۔ تو نئے مجدّد کے
آنے پر یہ حد ٹوٹ جائے گی یا قائم رہے گی؟ کیونکہ حضرت نبی کریم صلعم کے
لئے تو اس لئے دائمی ہے۔ کہ ان کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا لیکن
جیسا کہ آپ کو بھی مسلّم ہے۔ کہ ہر صدی کے سر پر مجدّد تو آتے رہیں گے۔ اس لئے

حضرت مرزا صاحب کے لئے یہ حد دائمی نہیں ہو سکتی۔ جو نیا نبی آئے گا۔ وہ یہ حد توڑ دے گا۔

سوال سولہ :- میں نے تبصرہ میں لکھا ہے :- کہ "دائرہ اسلام سے خارج" کی تاویل جو خلیفہ صاحب نے عدالت کے روبرو کی تھی۔ کہ وہ کامل مسلمان نہیں رہتا۔ ایسی تاویل اس سے پہلے کبھی نہیں کی تھی۔ مگر قاضی صاحب نے اس کے ثبوت میں بعض حوالے نقل کر کے لکھا ہے کہ ان حوالوں میں ایسی تاویل پائی جاتی ہے۔

طوالت کے خوف سے ان حوالوں کا صرف مفہوم اور ان پر تنقید متقابل کالم میں درج کرتا ہوں۔ دراصل تو ان میں اصل عقائد کا اخفا کیا گیا ہے۔ اور کسی مصیبت کے وقت یہ بے ربط اور بے معنی بیان دیئے ہیں۔ اور "کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی" پر عمل کیا ہے۔ ان حوالوں کا مفہوم حتی الامکان انہی کے الفاظ میں لکھتا ہوں۔ اور سامنے اپنے ریمارکس :-

خلیفہ صاحب کے حوالوں کا مفہوم	ریمارکس
(۱) اگر کفر کی وہ تعریف کی جائے جو غیر احمدی آج کل کرتے ہیں تو ہمارے نزدیک نہ مسلمانوں میں سے کوئی کافر ہے نہ ہندوؤں، عیسائیوں اور دوسرے غیر مسلموں وغیرہ میں۔ (۲)۔ ہم کفر اسلام کی تعریف یہ کرتے ہیں کہ اسلام کے ایک حد	غیر احمدی آج کل کیا تعریف کرتے ہیں۔ اور پہلے کیا کرتے تھے وہ نہیں بتلائیں حالانکہ مسلمان تو نہ آج کل بلکہ ہمیشہ سے کلمہ طیبہ اور شرائط ایمان کے انکار کو وجہ کفر قرار دیتے ہیں۔ اور یہ حضرت اقدس کے اسی عقیدہ کے عین مطابق ہے جو جلال الدین شمس صاحب نے "جماعت احمدیہ کے عقائد" کے نام سے

ملک پائے جانے کے بعد ایک شخص
مسلمان کے نام سے پکارے جانے
کا مستحق ہو جاتا ہے لیکن جب
اس مقام سے نیچے گر جائے تو گو
وہ مسلمان کہلا سکتا ہو لیکن کامل مسلمان
نہیں سمجھا جا سکتا۔ ہم نہیں کہتے کہ
ہر کافر دائمی جہنمی ہے۔

شائع کیا ہے مگر اس کے برعکس آپ اپنی تعریف
یہ بتلاتے ہیں۔ کہ (۱) ایک حد تک اسلام ہو
تو مسلمان کے نام سے پکارا جا سکتا ہے۔
مگر نہ اس حد کا معیار بتلایا اور نہ یہ کہ وہ حد
مقرر کرے گا اور پھر جب اس حد سے نیچے
گر جائے تو پھر بھی مسلمان کہلا سکتا ہے مگر
کامل نہیں سمجھا جا سکتا۔ گویا بقول خلیفہ صاحب
ایک حد تک رہے یا نیچے گرے۔ دونوں صورتوں
میں صرف نام کا مسلمان تو ہوتا ہے مگر
نیچے گر جائے تو کامل نہیں رہتا۔ ان بیانات
اور کلمات سے کوئی کیا سمجھے۔ یہی نہ کہ کچھ نہ
سمجھے خدا کرے کوئی۔ تعریف کفر کی ہو رہی
ہے مگر اخیر میں کہا کہ ہم ہر کافر کو دائمی جہنمی
نہیں سمجھتے۔ ہاں مسلمانوں اور نہ تو حضرت
مرزا صاحب کے نزدیک تو کلمہ طیبہ کا انکار
ہی کفر ہے مگر خلیفہ صاحب کی تعریف کے
رو سے تمام غیر مسلم جن میں خدا کے منکر دہریہ
مشرک عیسائی اور ہندو وغیرہ کافر نہیں۔ تو
کیا آپ ان کو مسلمان کہیں گے؟ شرع شریف

کے رُو سے بات کی ہوتی جو قابلِ قبول ہوتی۔ ہاں اس کے برعکس بیان ذیل بھی قابل غور ہیں:-

(۱) "الہاماً فرمایا جو تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہو گا.......... جہنمی ہے"۔ الفضل ۱۹۱۴ء (۲) "کل مسلمان ..... خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر خارج از اسلام ہیں" (آئینہ صداقت)

(۳) مسیح موعود کے منکرین کو مسلمان کہنے کا عقیدہ خلیت عقیدہ ہے جو ایسا اعتقاد رکھے اس کے لئے رحمت الہٰی کا دروازہ بند ہے بحوالہ الفضل ص۳۵۔ غور فرمادیں جو منکرین مرزا صاحب کو مسلمان کہے اس پر بھی رحمت کا دروازہ بند ہے تو خود منکرین کی کیا سزا ہے؟ جلال الدین شمس صاحب نے "احمدیہ جماعت کے عقائد" میں حضرت مرزا صاحب کا یہ اعلان شائع کیا ہے کہ "جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بنیاد رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے"۔ یعنی مسلمان ہونے کے لئے یہ حد ہے۔ کامل یا ناقص کی تخصیص نہیں فرمائی کیونکہ یہ اعمال کا نتیجہ ہوتا ہے نہ اعتقاد کا

اس لئے مسلمان ہونے۔ رہنے اور کہلانے کے لئے تو کلمہ طیبہ پر ایمان ہی کافی ہے۔ اقبال کہتا ہے عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی۔ قرآن کریم میں بھی ہے العمل الصالح یرفعه۔ نیک عمل درجہ بلند کرتا ہے کیونکہ بلند مرتبہ اور قرب الٰہی صرف اقرار توحید اور رسالت سے نہیں بلکہ عمل صالح سے حاصل ہوتا ہے۔

(۳) کفر کا اطلاق ایک حد کے بعد ہوتا ہے۔ جب کوئی شخص اسلام کو اپنا مذہب قرار دیتا ہے۔ اس وقت مسلمان کہلانے کا مستحق ہو جاتا ہے۔

یہاں بھی نہ وہ خاص حد بتلائی ہے نہ اس کا معیار اور نہ یہ کہ وہ حد کون مقرر کرے گا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے ان بے معنی اطلاقات کی اصل غرض کلمہ طیبہ اور شرائط ایمان کو معیار اسلام اور ایمان قرار دینے سے فرار اور انکار ہے۔ وگرنہ مسلمانوں کے نزدیک کلمہ طیبہ خاص حد ہے۔ جو کلمہ پڑھ لے وہ مسلمان ہے۔ چنانچہ خود حضرت مرزا صاحب اپنے مسلمان ہونے کے ثبوت میں کلمہ طیبہ پر ایمان رکھنا پیش کرتے ہیں۔ نئی حدود قائم کرنا نیا مذہب بنانے کے مترادف ہے جس سے حضرت مرزا صاحب کی ذات تو بری ہے۔ البتہ خلیفہ صاحب کوشاں رہے مگر کامیاب ہو سکے۔

(۴) مگر حقیقی مسلمان اس وقت ہوتا ہے جب کامل

یہ فیصلہ کون کرے گا کہ کوئی شخص تعلیم اسلام پر پورا عمل کرتا ہے یا نہ۔ وگرنہ یوں تو ہر مسلمان بدکردار

طور پر اسلام کی تعلیم پر عمل کرتا ہے۔

رشوت خوار- زنا کار بزعم خود تعلیم اسلام پر پورا پورا عمل کرنے کا مدعی ہے۔ کیا یہ فارمولا یا فتویٰ ربوی حضرات پر بھی اطلاق پائے گا کیونکہ بعض اُن میں سے بھی ارکان اسلام کی پوری پابندی نہیں کرتے نہ باقاعدہ نماز پڑھتے ہیں نہ روزے رکھتے ہیں وغیرہ - اور ایسا ہی بعض لاہوری احمدی بھی ہیں جو ارکانِ اسلام کے پورے پابند نہیں- ان میں راقم جیسا گنہگار بھی ہے کیا ایسے ربوی کامل مسلمان ہونگے یا نام کے۔ اور جماعت ربوہ سے نکالے ہوئے منافقین پکے مسلمان ہوں گے یا نام کے -کیونکہ منافقت کا تعلق تو دل سے ہے جسے خدا کے سوا کوئی نہیں جان سکتا-

(۵) لیکن اسلام کے اصولوں میں سے جو کسی اصل کا انکار کرتا ہے تو گو وہ مسلمان کہلاتا لیکن حقیقی معنوں میں مسلمان نہیں رہتا-

اصولِ اسلام تو شرائط ایمان ہیں- ان شرائط میں سے کسی ایک کا انکار دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے نام کا مسلمان بھی نہیں رہتا- مثلاً اگر ایک شخص حضرت نبی کریم کو مانتا ہے لیکن حضرت عیسیٰ کا انکار کرتا ہے تو وہ پکا کافر ہے مسلمان نہیں کہلا سکتا- خود حضرت مرزا صاحب کے نزدیک بھی شرائط ایمان ہی اصولِ اسلام ہیں چنانچہ جب وہ

بیعت لیتے تھے تو مسلمانوں سے کوئی اور شرط نہیں منواتے تھے۔ صرف عقد اخوت باقرار طاعت در معروف لیتے تھے۔ لہذا جو کوئی اللہ یا رسول کا انکار کرتا ہے یا خدا کا شریک ٹھہراتا ہے۔ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے وہ حقیقی یا غیر حقیقی کسی طرح مسلمان نہیں کہلا سکتا۔ مگر آپ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا حضرت مرزا صاحب کے انکار کو اصل کا انکار مان کر غیر احمدیوں کو تو خارج از اسلام اور جہنمی کہتے ہیں لیکن ساتھ ہی اپنے بے معنی اعلانات میں یہ کہکر اس کا اخفا بھی کرتے ہیں کہ ہم عیسائیوں اور ہندوؤں کو کافر اور جہنمی نہیں سمجھتے ان تشریحات کی روشنی میں اپنے دعاوی کی حقیقت کا اندازہ خود لگالیں۔ کیونکہ

(۶) پس کافر کے ہم ہرگز یہ معنے نہیں کرتے کہ ایسا شخص رسول اللہ کا منکر ہے جو کہے کہ میں رسول اللہ کو مانتا ہوں

جو شخص خدا کو مانتا ہے لیکن رسول اللہ کو نہیں مانتا۔ اگر آپ اسے کافر نہیں کہیں گے تو مسلم کہیں گے؟

(۷) ہم ہرگز کفر کے معنے یہ نہیں لیتے کہ ایسا شخص خدا کا منکر ہے جو کہے کہ میں خدا کو مانتا ہوں

کیا مسلمان اس شخص کو جو خدا اور رسول کو مانتا ہے کافر کہتے ہیں؟ اگر وہ بھی نہیں کہتے تو ان اختلاف کیونکر ہوا۔ اور اس میں معرفت کی کیا بات کہی ہے؟

محترم قاضی صاحب! غلط نظریات اور عقائد مکڑی کے جالے کی مانند کمزور ہوتے ہیں جو ہوا کے جھونکے کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتا - یہی حال غلط عقائد کے پیرو کا ہے جو ایک حال پر قائم نہیں رہ سکتا - اور نہ خود کوئی معقول بات کہتا ہے اور نہ کسی معقول دلیل کا مقابلہ کر سکتا ہے بلکہ متضاد بیانات دیتا ہے - ایک وقت ایک بات کہتا ہے تو دوسرے وقت لاجواب ہو کر اس کے برعکس - غرض یہی حال آپ کا ہے (۱) کبھی تو تحدّی سے کہا جاتا ہے کہ "جب حضرت اقدس نبی ہوئے تو ان پر ایمان لانا جزوِ ایمان ہے"۔ مگر عدالت میں ایسے سوال کا مقابلہ ہوا تو کہدیا ضروری جزو نہیں ہے (۲) کبھی کہدیا کہ نماز غیر احمدیوں کے پیچھے حرام قرار دی گئی ہے اور یہ دین کا معاملہ ہے تو عدالت کے رُوبرو یہ حرام نہیں رہتی بلکہ فقہ کا مسئلہ ہو جاتا ہے کہ" امام نیک اور صالح ہونا چاہیئے" (۳) اور اب اس سوال کے جواب میں کہ" کیا مسیح اور مہدی پر ایمان لانا جزوِ ایمان ہے"- یہ کہا کہ اگر کوئی دعوت درست سمجھ لے تو اس پر فرض ہو جاتا ہے تو لفظ فرض سے ضروری کا مفہوم اخذ کر کے یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نبی ہو گئے اور ان کا ماننا جزوِ ایمان ہوا - (۴) اسمہٗ احمد کی پیشگوئی کے متعلق پہلے انوارِ خلافت ص ـــــ پر یہ کہا کہ" اس آیت میں ضمنی طور پر رسول کریم صلعم کی خبر دی گئی ہے .... اس کے اصل مصداق مسیح موعود ہیں" "اس آیت میں جس رسول احمد نام والے کی خبر دی گئی ہے - وہ آنحضرت صلعم نہیں ہو سکتے"، مگر عدالت میں کہا کہ" ہمارے نزدیک اس کا اطلاق اصلی طور پر آنحضرت صلعم پر ہوتا ہے - لیکن ظلّی طور پر مرزا غلام احمد پر بھی ہوتا ہے" (رسالہ بیان)

---

۴۲ (۵) پھر کبھی یہ ہمارا فرض ہے - ہم غیر احمدیوں کو کافر کہیں - اور غیر احمدیوں کا فرض ہے - کہ ہمیں (یعنی دیوبندی حضرات کو) کافر کہیں - اور میرے نزدیک یہ فتوے تو ہر طرح سے شرح شریعت کے عین مطابق بھی ہے -

کیونکہ غیر احمدی تو اس لئے کافر ہوئے کہ وہ بقول خلیفہ صاحب ایک نبی (یعنی مرزا صاحب) کے منکر ہیں۔ اور دیوی حضرات کلمہ گو۔ اہلِ قبلہ مسلمانوں کو کافر کہنے کی پاداش میں خود ہی تصرف علیٰ کے ماتحت غیر شعوری طور پر شرعی تعزیہ کے تحت غیر احمدیوں کے ذمے یہ فرض لگاتے ہیں۔ کہ وہ دیوی حضرات کو فرض جان کر کافر سمجھیں اب لفظ فرض سے یہاں "ضروری کفر" فتوے مراد ہے یا نہ۔ کیونکہ خود خلیفہ صاحب تو عقائد کی تقسیم بنیادی اور فروعی قرار دیتے ہیں نہ کہ بنیادی اور ضروری چنانچہ کہتے ہیں کہ (۶) احمدیوں سے مسلمانوں کے اختلاف بنیادی نہیں۔ فروعی ہیں جو عند العقل بھی صحیح ہے۔ مگر اس کے برعکس خود آپ کے منقولہ بالا حوالہ میں اُن کے یہ الفاظ بھی ہیں کہ "ہمارے نزدیک اسلام کے اصول میں سے کسی ایک اصل کا انکار کفر ہے جس کے بغیر کوئی شخص حقیقی طور پر مسلمان نہیں کہلا سکتا۔ لیکن جیسا کہ اُوپر بیان ہو چکا۔ اسلام کی اصل تو کلمہ طیبہ اور شرائط ایمان ہیں۔ اس لئے جو شخص کسی اصل یا شرط کا انکار کرے گا۔ وہ حقیقی معنوں میں اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ مثلاً سب نبیوں کا ماننا شرط ایمان ہے۔ اس لئے حضرت نبی کریم صلعم یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ ماننا تو اصل کا انکار ہے۔ جو اسلام سے قطعی طور پر خارج کر دیتا ہے مگر آپ پہلے تو حضرت مرزا صاحب کو نبی بنا کر ان کے منکر کو ایک اصل کا منکر قرار دیتے اور خارج از اسلام کا فتوے لگاتے تھے جیسا کہ آپ کے نقل کردہ حوالہ میں بھی یہی کہا ہے لیکن عدالت میں اسے کفر کی بجائے صرف ایک بدعقیدگی کہا تو بتلایئے سابقہ اعلان اور عدالت کا بیان یکساں کیوں کر ہوئے؟ جبکہ

اصول اسلام میں سے کسی ایک کا کفر بھی قطعی طور پر دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ اس میں اصلی۔ رسمی۔ حقیقی یا غیر حقیقی وغیرہ کی بھول بھلیاں بے فائدہ ہیں کیونکہ درحقیقت حضرت مرزا صاحب کا انکار اصل کا انکار نہیں حضرت اقدس خود فرماتے ہیں:-

"ایک یہ کفر کہ ایک شخص .... آنحضرت کو خدا کا رسول نہیں مانتا ..... جس کے ماننے کے بارہ میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے پس اس لئے کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان منکر ہے کافر ہے"۔ گویا رسول اکرم صلعم کا کفر تو اصل کا اور مسیح موعود کا کفر ایک فرع کا کفر ہے۔ عین اسی طرح خلیفہ صاحب نے بھی عدالت میں کفر کی دو قسمیں بیان کی ہیں ایک ملت سے خارج کر دیتا ہے۔ دوسرا صرف ایک بدعقیدگی ہے۔ اور یہ آپ کے پیشکردہ حوالہ کی تردید کرتا ہے کیونکہ خلیفہ صاحب کا سابقہ اعلان اور عدالت میں یہ بیان آپس میں متضاد ہیں۔ آپ کے حوالہ میں حضرت مرزا صاحب کے انکار کو خلیفہ صاحب نے اصل کا انکار اور عدالت میں صرف بدعقیدگی قرار دیا ہے۔ اگر حضرت مرزا صاحب کا کفر اصل ہے۔ تو آنحضرت صلعم کا کفر کیسا کفر ہے؟ اگر ان دونوں کا کفر برابر ہے تو حوالہ بالا میں حضرت مرزا صاحب نے اور عدالت میں خود خلیفہ صاحب نے کفر کی دو قسمیں کیوں کی ہیں؟ اور اگر خدا اور رسول کے انکار کے ساتھ حضرت مرزا صاحب کے انکار کو بھی اصل کا کفر یعنی برود کہ ایک ہی قسم کا کفر قرار جائے تو پھر کلمہ طیبہ کی ترمیم ضروری ہو جائیگی جو اس طرح ہوگی کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ غلام احمد نبی اللہ۔ مگر یہ بزرگان

سلسلہ کے عقیدہ اور بیانوں کے خلاف ہے۔ ہاں خلیفہ صاحب کا سابقہ عقیدہ بے شک یہی تھا۔ جو کہتے ہیں :۔

۱۔ شریعت کی اصطلاح کے مطابق جن کو نبی کہتے ہیں۔ اس لحاظ سے آپ (یعنی حضرت مرزا صاحب) حقیقی معنوں میں نبی تھے۔

۲۔ سوائے اس کے چارہ نہیں کہ حضرت مسیح موعود کی نبوت کو محدثوں والی نبوت سے علیحدہ نبوت قرار دیا جائے۔ اور وہ ایک ہی نبوت ہے یعنی نبیوں کی نبوت۔"

آپ کے نقل کردہ حوالہ کی باقی عبارت غیر متعلق اور غلط منطق پر مبنی ہے کیونکہ اس میں کوئی بات شرع شریف کے مطابق نہیں کہی مسلمان ہونے اور رہنے کے لئے صرف کلمہ طیبہ شرط کافی ہے۔ جس کو قلب اور لسان سے صحیح قبول کر کے ایک شخص مسلمان ہو جاتا ہے۔ ہاں اوامر و نواہی کی پابندی یا نافرمانی سے ایک شخص اچھا یا برا تو قرار دیا جا سکتا ہے۔ لیکن کافر نہیں ہو سکتا۔

سوال سترہ :۔ سوال ۱۰۱۶ نے تین حوالوں کی نسبت کہا ہے کہ ان کا مفہوم وہی ہے جو عدالت میں بیان کردہ اس عبارت کا ہے۔ کہ "جب میں کہتا ہوں کہ تمام وہ مسلمان جنہوں نے مرزا صاحب کی بیعت نہیں کی اسلام سے خارج ہیں تو میرے ذہن میں وہ نظریہ ہوتا ہے جس کا اظہار مفردات راغب میں ہے.... ..... جہاں اسلام کی دو قسمیں ہیں۔ دون الایمان اور فوق الایمان الخ اور یہ جو پوچھا ہے کہ غیر احمدیوں کے جنازے پڑھنے اور رشتہ ناطہ کرنے سے آپ کو کیا فائدہ ہوا۔ کہ ہمیں بھی مشورہ دیتے ہو۔

قاضی صاحب کے نقل کردہ حوالوں کی حقیقت تو اوپر سوال ۱۹ میں واشگاف کرکے انہیں مہمل ثابت کر دیا ہے۔ اور فرق الایمان اور دون الایمان کفر اسلام کی تقسیم کے مترادف نہیں اس لئے دراصل خلیفہ صاحب کا جواب مطابق سوال نہ تھا۔ اور آپ میرا مشورہ تو مانیں گے ہی نہیں وگرنہ میں نے مشورہ کی بجائے درخواست کی ہے کہ عقیدہ میں تبدیلی کے ساتھ عمل میں بھی اس کے مطابق تبدیلی کرلیں گے مگر آپ انکاری ہیں اور یہ آپ کے لئے کوئی نئی بات نہیں ہے کیونکہ پہلے تو آپ حضرت اقدسؑ کا حکم نہ مانتے تھے۔ اور اب خلیفہ صاحب کا بھی نہیں مانتے۔ جنہوں نے کھلی عدالت میں بیان دیا کہ نماز۔ نماز جنازہ اور شادی بیاہ کے متعلق حضرت اقدس کا فتویٰ ملا ہے۔ جو دراصل تو پچاس سال قبل ملا تھا۔ مگر اسے زیر غور رکھ کر تا ہنوز زد کیا ہوا ہے۔ کیا یہ حکم عدل کے فتویٰ کا حشر ہو رہا ہے جسے نبی اور نبی بھی ایک غیر تشریعی حقیقی نبی حضرت عیلےؑ سے اپنی تمام شان میں افضل مانا جاتا ہے۔ کیا یہ کھلی نافرمانی نہیں گویا آپ نہ تو بزرگوں کے احکام کی پرواہ کرتے ہیں نہ خدا اور رسول کے حکم کے مطابق ختم نبوت کو مانتے ہیں، تو مجھ گنہگار کے مشورہ پر کیونکر التفات کریں گے ؟

آپ نے حضرت مرزا صاحب کے اس حوالہ کے متعلق کہ "خدا نے اس اُمّت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بڑھ کر ہے"۔ دریافت کیا ہے۔ ایک کم علم ایک فاضل کو کیا سمجھائے۔ ہاں تحقیقاتی عدالت میں خلیفہ صاحب پر سوال ہوا (رسالہ بیان ۳۴) کہ "آپ نے

کل فرمایا تھا کہ مرزا صاحب نے صرف عیسیٰ ابن مریم پر اپنے آپ کو فضیلت دی ہے۔ مگر ۴-۶-اپریل ۱۹۱۵ء کے الفضل میں مرزا صاحب کی ۱۷ اپریل ۱۹۰۲ء کی ڈائری سے یہ عبارت نقل کی گئی ہے۔ کمالاتِ متفرقہ جو تمام دیگر انبیاء میں پائے جاتے ہیں۔ وہ سب حضرت رسول کریم میں ان سے بڑھ کر موجود ہیں۔ اور اب وہ سارے کمالات حضرت رسول کریم سے ظلّی طور پر ہم کو عطا کئے گئے ہیں۔ اور اس لئے ہمارا نام آدمؑ۔ ابراھیمؑ۔ موسٰیؑ۔ نوحؑ ...... یحیٰؑ۔ عیسٰیؑ وغیرہ الخ۔ کیا اسی عبارت سے ثابت نہیں ہوتا کہ مرزا صاحب کا دعویٰ تھا کہ آپ ان تمام انبیاء سے جن کا اس عبارت میں ذکر ہے۔ افضل ہیں"؟ تو خلیفہ صاحب نے جواب دیا کہ:-

ان دنوں مرزا صاحب کوئی باقاعدہ ڈائری نہ رکھتے تھے۔ یہ اقتباس تو کسی رپورٹر کا لکھا ہوا ہے۔ لیکن یہ فرض کرتے ہوئے کہ رپورٹ صحیح ہے اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ مرزا صاحب نے اپنے آپ کو دوسرے انبیاء پر فضیلت دی ہے۔ اس کا مطلب تو صرف ان صفات کو گنوانا ہے۔ جو مرزا صاحب اور دوسرے انبیاء میں مشترک تھیں" اب انبیاء علیہم السلام اور حضرت مرزا صاحب مامور مصلح۔ اور مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ اور اخبار غیب پانے میں مشترک الصفات تھے۔ لیکن انبیاء براہ راست نبی تھے۔ جو اپنے اپنے زمانہ میں مخصوص اقوام کی اصلاح و ہدایت کے لئے محدود زمانہ کے واسطے مبعوث ہوتے رہے ہیں۔ اس لئے ان کا دائرۂ عمل بھی زمانہ اور علاقہ کے لحاظ سے محدود ہوتا تھا۔ جو نئے نبی کے آنے پر ختم ہو جاتا تھا۔ مگر قرآن پاک کے مطابق

ان کو کتاب حکم اور نبوت ملی تھی۔

حضرت اقدس چشمۂ مسیحی میں ص۳۰ پر "فیھدٰھم اقتدہ" کی تشریح میں لکھتے ہیں "اور تمام نبیوں سے وہ (یعنی آنحضرت صلعم) افضل ہوگا۔ پھر جو اس نبی جامع الکمالات کی پیروی کرے گا۔ ظلی طور پر وہ بھی جامع الکمالات ہوگا۔ پس اس دعا کے سکھلانے میں جو سورۃ فاتحہ میں ہے۔ یہی راز ہے کہ تا کاملین امت پورے جامع الکمالات کے پیرو ہیں۔ وہ بھی جامع الکمالات ہو جائیں۔"
چنانچہ خود حضرت مرزا صاحب نبی مطاع کی کامل پیروی کے طفیل فنافی الرسول یعنی ظلی نبی ہو کر اسلام کے عالمگیر پیغام کی تجدید۔ حفاظت اور مدافعت کے لئے مامور ہوئے تھے۔ اس لئے ظلیت کے طفیل ان کا دائرہ عمل بھی انبیاء سابق سے وسیع تر تھا جو ایک جزوی فضیلت ہے جس کی تائید ریویو آف ریلیجنز مئی ۱۹۰۲ء کے اس اقتباس سے ہوتی ہے کہ "ایسا ہی مثیل عیسیٰ بھی بہت سی باتوں میں عیسیٰؑ سے بڑھ کر ہے۔ اور یہ جزوی فضیلت ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔" اور یہ فضیلت اس لئے ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کی اصلاح کے لئے مامور تھے۔ اور حضرت مرزا صاحب ظلی طور تمام اقوام عالم کے لئے اور خصوصاً عیسائیوں کے لئے۔ لیکن حضرت مرزا صاحب ایک غیر نبی کو (یا آپ کے عقیدہ کے مطابق ایک بالواسطہ غیر مستقل امتی نبی کو) ایک براہ راست مستقل نبی پر غیر جنس ہونے کی بناء پر کلی فضیلت نہیں ہو سکتی۔ اسی امر کو ملحوظ رکھ کر خلیفہ صاحب کو پہلے تو حوالہ کی صحت سے انکار کرنا پڑا لیکن پھر صرف حضرت عیسیٰؑ پر فضیلت پر اقرار

کیا۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر خلیفہ صاحب کا یہ بیان صحیح ہے تو الفضل نے تیرہ سال بعد یہ مشکوک عبارت کیوں مشتہر کی ۔ غالباً یہی ثابت کرنے کے لئے کہ حضرت مرزا صاحب نہ صرف حضرت عیسیٰ سے بلکہ کل انبیاء سے اپنی تمام شان میں (یعنی نبوت میں بھی) افضل ہیں ۔ اگر یہ درست ہے ۔ تو پھر سب انبیاء سے اب افضل ماننے میں کیا امر مانع ہوا جس کی وجہ سے حضرت اقدس کے بیان کو مشکوک قرار دیا۔ شاید اس لئے کہ ایک غیر نبی کو نبیوں پر فضیلت کیونکر ہو سکتی ہے یا پھر لوگوں کے ڈر سے کہ شانِ نبوت بھی مراد لی جائے تو پھر حضرت اقدس کی وحی ۔ وحی نبوت ہوگی نہ وحی ولایت ۔ حضرت مرزا صاحب خود فرماتے ہیں ۔ آنحضرت صلعم کے بعد وحی نبوت منقطع ہو چکی تھی ۔ مگر حضرت عیسیٰ کے آنے سے سلسلہ وحی نبوت پھر جاری جائے گا۔ کیونکہ جس میں شانِ نبوت باقی ہے اس کی وحی بلاشبہ نبوت کی وحی ہوگی (ایام الصلح صفحہ ۱۴۶) پس ایک جواب تو خود خلیفہ صاحب نے دے دیا ہے کہ مشترک صفات گنوانا مراد ہے ۔ اور دوسرا جواب خود حضرت اقدس کے اس حوالہ کے اس حصہ میں ہے جسے آپ نے شاید عمداً چھوڑ دیا ہے ۔ پورا حوالہ یہ ہے :۔

"پھر جب خدا نے اور اس کے رسول نے اور تمام انبیاء نے آخری زمانہ کے مسیح کو اس کے کارناموں کی وجہ سے افضل قرار دیا ہے ......

تو اس صورت میں جو شخص پہلے مسیح کو افضل سمجھتا ہے اور اس کو نصوص حدیثیہ اور قرآنیہ سے ثابت کرنا چاہیئے ۔ کہ آنے والا مسیح کچھ چیز ہی نہیں نہ نبی کہلا سکتا ہے (یہ نہیں فرمایا کہ نبی بن سکتا ہے ۔ کیونکہ مثلاً ایک

شخص نیکی کی وجہ سے فرشتہ تو کہلا سکتا ہے مگر فرشتہ بن نہیں سکتا۔ ناقل)
نہ حکم .... ہاں میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا بلکہ ایک پہلو سے نبی اور
ایک پہلو سے امتی بھی۔ تا آنحضرت کی قوتِ قدسیہ اور کمال فیضان ثابت
ہو"۔ یعنی نبی بننا تو الگ رہا۔ آپ تو غیر نبی ہونے کی وجہ سے صرف نبی بھی
نہیں کہلا سکتے۔ ہاں فقط امتی نبی کہلا سکتے ہیں کیونکہ ابتدا تو آپ امتی ہیں
جس سے کبھی انکار نہیں کیا مگر فقط نبی کہلانے سے اخیر تک انکار کرتے رہے
اس لئے آپ صرف کامل اُمتی ہیں یعنی فنا فی الرسول۔

اب اگرچہ حضرت اقدس نے واضح طور پر اپنی فضیلت کی وجہ صرف کارنامے
قرار دیئے ہیں تاہم آخر پر یہ الفاظ ایزاد کر کے کہ "میں صرف نبی نہیں
کہہ سکتا"۔ اس اشتباہ کا بھی ازالہ کر دیا تا کہ اس سے میری نبوت کا استدلال
نہ کیا جا سکے (جیسے اب آپ کرتے ہیں) یعنی نبوت کے لحاظ سے مجھے نبیوں
پر کیسے فضیلت حاصل ہو سکتی ہے کیونکہ میں تو اُمتی نبی یعنی غیر نبی ہوں۔ البتہ
مجھے میرے افضل کارناموں کی وجہ سے ان سب انبیاء پر فضیلت ہے۔ اور
یہ نبی کریم صلعم کی غلامی اور ظلیت کے طفیل ہے۔ اور اسی امر کے اظہار کے لئے
ہی اخیر پر یہ الفاظ بڑھا دیئے۔ کہ تا آنحضرت کی قوت قدسیہ اور کمال فیضان
ثابت ہو۔ گویا ان الفاظ سے کہ "میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا"۔ خود ہی صاحب
بصیرت کے لئے نبوت کی نفی کر دی ہے۔ کیونکہ حضرت اقدس کی شان ظلیت
اور بروزیت یعنی فنا فی الرسول میں ہے نہ نبی ہونے میں۔ فرماتے ہیں۔ برتر گمان و
وہم سے احمد کی شان ہے۔ جس کا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے۔ اس کے

برعکس اگر حضرت مرزا صاحب دوسرے انبیاء کے ساتھ شریک نبوّت سمجھے جائیں تو حضرت نبی کریم صلعم کے ساتھ بھی نبوّت میں برابر کے شریک ہوئے تو پھر اُمتی تو نہ رہے اور نہ فنا فی الرّسول (کیونکہ فنا فی الرّسول تو اُمتی ہوتے ہیں بلکہ حضرت نبی کریم صلعم جیسے نبی ہوکر زمرۂ انبیاء میں شامل ہو گئے اس فرق کے ساتھ کہ آنحضرت تشریعی اور حضرت مرزا صاحب غیر تشریعی نبی ہوئے۔ نفس نبوّت کے لحاظ سے کوئی فرق نہ رہا۔ اور یہ شاید تو آپ بھی ماننے کے لئے تیار نہ ہوں گے۔ کیونکہ حقیقۃ الوحی ص۶۱ پر ہے میں نعوذ باللہ آنحضرت صلعم کے مقابل کھڑا ہوکر نبوّت کا دعوٰے کرسکتا ہوں۔

پھر آپ نے لفظ نبی کے استعمال کو ایک لفظی نزاع قرار دے کر مجھ سے تشریح طلب کی ہے جو تبصرہ کے ص۱۸۰ پر ہے پہلے ہی کی ہوئی ہے میں نے وہاں ثابت کیا ہے کہ جس مفہوم کو اکابرین اہل سنت اور مجدّد صاحب سرہندی اصطلاحی معنوں میں محدّث کہتے ہیں حضرت مرزا صاحب لغوی معنوں میں اس کو نبوّت کہتے ہیں۔ اور اس طرح یہ نزاع لفظی ہے نہ حقیقی۔ ایک ہی مفہوم کے لئے صرف الفاظ مختلف استعمال کئے ہیں۔ مگر ان دونوں الفاظ محدّث اور نبی۔ سے مراد ایک ہی ہے۔ یعنی محدثیت۔

لا یظھر علیٰ غیبہ الخ کی تشریح بھی میں نے تبصرہ ص۱۹۲ پر کردی ہوئی ہے کہ کامل غیب بیان کرنے والے رسولوں میں خود حضرت مرزا صاحب نے محدّث مجدّد اور اپنے آپ کو بطور مجدّد شامل کیا ہے۔ اس لئے آیت سے صرف حقیقی نبی مراد لینا خود حضرت مرزا صاحب کے نزدیک

بھی صحیح نہیں۔ ایام الصلح (حاشیہ صفحہ ۱۵۱ پر ہے "قرآن میں ہے فلا یظھر علیٰ غیبہ احداً .... من رسول یعنی کامل طور پر غیب کا بیان کرنا صرف رسولوں کا کام ہے ...... رسولوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو خدا تعالےٰ کی طرف سے بھیجے جاتے ہیں خواہ وہ نبی ہوں یا رسول یا محدّث یا مجدّد ہوں"۔

ہاں اپنے سوالات کی تائید میں آپ نے جس قدر حوالے پیش کئے ہیں وہ یا ہمارے عقیدہ کی تائید کرتے ہیں یا بے تعلق ہیں۔ مثلاً "ایک غلطی کا ازالہ" کی اس عبارت سے کہ "اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا...... سو اب بھی ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا"۔ یہ بات واضح نہیں ہو جاتی کہ جو عقیدہ اس اشتہار سے پہلے تھا۔ وہی اشتہار میں ذرا وضاحت سے بیان کیا ہے تو تبدیلی عقیدہ کا سارا افسانہ بے بنیاد ثابت ہوا یا نہ؟ دراصل تو یہ حوالے خلیفہ صاحب مرحوم کے سامنے پیش ہونے چاہیئے تھے۔ جنہوں نے الفضل میں ایک بیان شائع کر کے کفر اسلام کے بارہ میں اپنے آپ کو مودودی صاحب کا ہم عقیدہ تسلیم کیا۔ حالانکہ مودودی صاحب تو ختم نبوّت اور حضرت عیسٰیؑ کے دوبارہ جسمانی نزول اور حیات پر پکّا ایمان رکھتا ہے۔ اور اس لئے حضرت مرزا صاحب کو غلط جانتا ہے تو کیا اس طرح ۱۹۰۱ء سے پہلے اور بعد خلیفہ صاحب حضرت مرزا صاحب کو غلطی پر تسلیم کر کے ان کے مخالفین کو سچّا اور نعوذ حضرت اقدس کو جھوٹا ثابت نہیں کرتے؟ اور اس لئے مرزا صاحب پر کفر کا فتویٰ لگانے میں شریک

نہیں ہو جاتے ؟ جس سے خود حضرت اقدس انکار کرتے تھے۔ اور یوں مودودی صاحب کا ہم عقیدہ بن کر جو حضرت مرزا صاحب کو کافر۔ مُرتد اور واجب القتل سمجھتا ہے آپ بھی حضرت اقدس کے مکفر نہیں بن جاتے ؟ فتدبروا۔ آپ کا یہ کہنا بے بنیاد ہے کہ ہماری اولادوں میں رُوحِ احمدیت نہیں رہی۔ اگر حضرت مرزا صاحب کو مسیح موعود اور اُمتی نبی بمعنی فنافی الرسول سے سوا ان کو غیر تشریعی حقیقی نبی ماننا بھی جزوِ ایمان ہے تو ہماری اولادیں بے شک روحِ احمدیت سے عاری ہیں کیونکہ وہ تو ارشادی باری تعالیٰ اور حدیث رسول اللہ کے مطابق ختم نبوت پر پختہ ایمان اور یقین رکھتی۔ اور حضرت مرزا صاحب کو مسیح۔ مہدی اور مجددِ اعظم مانتی ہیں۔ اس لئے بفضلہ وہ راسخ الاعتقاد ہیں۔ آپ کی اولادوں کو اگرچہ ہم جانتے ہیں مگر ان کی نسبت ہم تو کچھ نہیں کہہ سکتے۔ البتہ آپ کے ہاں چونکہ منافق بنانے کی ٹکسال ہے جس سے حضرت نورالدین اعظم کی عالم باعمل اولاد تک نہ بچ سکی۔ حالانکہ منافقت کا تعلق انسان کے دل سے ہے جس کا صحیح علم صرف عالم الغیب خدا کو ہی ہو سکتا ہے۔ مگر آپ اس بارہ میں بے باک ہیں۔ اور شاید اس کو نظامِ خلافت کی برکات سمجھتے ہیں۔ اس لئے اپنے خط میں ہم پر بھی مداہنت کا الزام لگایا ہے حالانکہ خود آپ ہی اس کے مستحق بھی ہیں۔ بدی پر غیر کے ہر دم نظر ہے۔ مگر اپنی بدی سے بے خبر ہے۔

ہاں میں نے تو یہ التزام کیا ہوا ہے کہ اپنی تحریر میں درشت اور نازیبا لفظ استعمال کرنے سے حتی الامکان پرہیز کروں گا۔ جس سے قاری کا دل دُکھے۔ اور میری بات کا بُرا اثر ہو۔ منافقت اور مداہنت سے مراد تو یہ ہوتی ہے۔ کہ ظاہر میں ایمان

لانا مگر دل سے کافر یا منکر ہونا۔ لیکن ہم تو علانیہ اخبارات میں۔ تصنیفات میں اور تقریروں کے ذریعے اپنے عقائد بر ملا پیش کرتے ہیں جو حضرت اقدس کے عقائد کے مطابق ہیں۔ ہاں البتہ آپ غالباً مداہنت سے کام لیتے ہیں جو کبھی تو کہتے ہیں کہ حضرت اقدس مرزا صاحب کی نبوت نبیوں جیسی نبوت ہے۔ اس لئے ان پر ایمان لانا جزوِ ایمان ہے۔ اور کبھی یہ کہ جزوِ ایمان نہیں۔ اور کبھی یہ کہ ہم تو ہندوؤں، عیسائیوں تک کو کافر او جہنمی نہیں سمجھتے۔ مگر غیر احمدی مسلمانوں کو حضرت مرزا صاحب کا منکر قرار دے کر کافر خارج از دائرہ اسلام اور جہنمی مانتے ہیں۔ ایسے متضاد بیانات کی تفصیل سوال نمبر ۱۶ کے جواب میں دے آیا ہوں۔ منافق کی تعریف ہے اذا وعد اخلف اذا حدث کذب۔ وعدہ کیا وفا نہ کیا۔ بات کی تو جھوٹی۔ اس لئے حضرت کا فتوےٰ زیرِ غور رکھا ہوا ہے۔ مزید یہ کہ نظارت اصلاح و ارشاد ربوہ یعنی آپ نے "جماعت احمدیہ کے عقائد" کا اشتہار دیا ہے۔ اور یہ عقائد حضرت مرزا صاحب کی ۱۹۰۱ء سے پہلے کی کتب کرامات الصادقین اور ایام الصلح سے نقل کئے ہیں جو آپ کے عقیدہ کے مطابق اس لئے منسوخ ہیں کہ ان میں دعوےٰ نبوت کی تردید ہے حالانکہ آپ کا موجودہ عقیدہ تو یہ ہے کہ ان کتابوں کے بعد ۱۹۰۱ء میں حضرت اقدس نے اپنا عقیدہ بدل لیا تھا۔ تو کیا اب پہلے عقائد شائع کرنا مداہنت نہیں؟ اور دعویٰ نبوت کا اخفا کرنا دھوکہ دہی نہیں؟

آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے۔ کہ ہمارے خیال میں آپ نے اپنا عقیدہ بدل لیا ہے اور آپ بھی اب حضرت مرزا صاحب کو اُمتی نبی مانتے ہیں اور

اس لئے آپ کے خیال میں اب ہم میں اور آپ میں کوئی بُعد نہیں رہا۔ اور کسی جزوی اختلاف کو اتنی اہمیت نہیں دینی چاہیئے۔ اگر فی الواقع آپ کا یہی خیال ہے تو چشم ماروشن دلِ ماشاد۔ لیکن ہم تو اُمتی نبی بمعنی فنا فی الرّسول مانتے ہیں جو اکابرین اہلِ سُنّت اور حضرت مرزا صاحب کے عقیدہ کے مطابق ہے۔ اور اسی لئے حضرت مرزا صاحب کے انکار سے وہ نتائج نہیں نکالتے اور نہ اُن کی بناء پر منکرین کے خلاف غیر اسلامی اور خطرناک فتوے وضع کرتے ہیں۔ جو آپ نے وضع کر رکھے ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ آپ اپنے اس اقرار کے بعد بھی آپ نے اپنے خط میں جو حوالے نقل کئے ہیں وہ امتی نبی کے مذکورہ مفہوم کے خلاف حقیقی نبوّت کے ثابت کرنے کے لئے پیش کئے ہیں جس سے گمان ہوتا ہے کہ شاید آپ مداہنت کر رہے ہیں۔ لہٰذا اگر آپ فی الحقیقت حضرت مرزا صاحب کو اُمتی نبی بمعنی غیر نبی مانتے ہیں۔ تو مندرجہ ذیل امور کی تائید کا اعلان کر دیں :-

۱- ممبرانِ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ اور مقام کے متعلق صحیح عقیدہ پر ہیں۔ لہٰذا ان کو فاسق کہنا شرع شریف کے خلاف ہے۔

۲- یہ کہنا حقیقت کے بھی خلاف ہے۔ اور حضرت مرزا صاحب کی تکذیب کا موجب بھی ہے کہ پہلے وہ غلطی میں مبتلا تھے۔ اور خدا سے علم پاکر بھی نبی ہونے سے نہ صرف انکار کرتے رہے بلکہ مدعی نبوّت پر لعنتیں بھی بھیجتے تھے مگر ۱۹۰۱ء کے بعد اپنا عقیدہ بدل کر خود

ہی دعوےٰ نبوت کر لیا تھا۔ کیونکہ اس طرح تو منکرین سچے ثابت ہوتے ہیں۔ اور حضرت مرزا صاحب نعوذ باللہ جھوٹے۔ اس لئے ایسا عقیدہ ایک باطل عقیدہ ہے۔

۳۔ لہذا ۱۹۰۱ء سے پہلے کی کتابیں جن میں حضرت مرزا صاحب کا مساجد میں قسمیں کھا کر نبی ہونے سے انکار پایا جاتا ہے منسوخ قرار دینا بھی سخت غلطی ہے۔ اشتہار ۲۰ شعبان ۱۳۱۴ھ میں حضرت اقدس فرماتے ہیں: "ہم نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں .... آنحضرت کے ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور وحی نبوت نہیں۔ بلکہ وحی ولایت جو باتباع آنجناب صلعم اولیاء اللہ کو ملتی ہے۔ اس کے ہم قائل ہیں۔ اور اس سے زیادہ جو شخص ہم پر الزام لگائے وہ تقوےٰ اور دیانت کو چھوڑتا ہے۔ اور مواہب الرحمٰن میں عربی عنوان "من قاعدنا" کے نیچے لکھا ہے کہ اس اُمّت میں اولیاء کو نبوت کے رنگ سے رنگین کیا جاتا ہے۔ مگر فی الحقیقت وہ نبی نہیں ہوتے۔ یعنی رنگِ نبوت سے صرف بعض صفاتِ نبوت حاصل ہوتی ہیں۔ کامل نبوت نہیں ملتی۔ اور یہ خلیفہ صاحب کے اس عدالتی بیان کے بھی عین مطابق ہے کہ "وہ خود بعض صفات نہیں رکھتا بلکہ یہ صفات اس میں منعکس ہوتی ہیں"۔ بیان صفحہ ۳۵

۴۔ رسالہ فرقان میں یہ لکھنا سراسر بہتان ہے کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے فتویٰ کفر لگانے میں مخالفین حق بجانب تھے۔ اور اس لئے ان کی تعریف کرنا احمدیوں کا فرض ہے۔ کیونکہ اس سے تو حضرت مرزا صاحب کاذب ثابت

ہوتے ہیں۔

۵۔ حضرت مرزا صاحب کا منکر کافر نہیں البتہ جو انکار کے ساتھ ان کو کافر بھی کہتا ہے۔ اس کو شرعی تعزیر کے تحت جواباً کافر کہنا جائز ہے۔

۶۔ حضرت مرزا صاحب کے فتاوے کو زیرِ غور رکھ کر ردّ کرنے کی بجائے ان پر فوری عمل کر کے مسلمانوں کو کافر کہنا ترک کر دیا جائے اور مکفرین مکذبین کے سوا ان کے پیچھے نماز پڑھنا۔ ان کے جنازے پڑھنا اور ان سے رشتے ناطے کرنا حرام نہیں بلکہ شرعاً حلال اور جائز ہے۔

۷۔ کعبۃ اللہ کو دل سے توحید کا گھر اور وحدتِ ملتِ اسلامیہ کا حقیقی مرکز مان کر آئندہ کوئی ایسا شعر نہیں لکھنا چاہیئے۔ کہ

"لاؤ کو ترا مرکز توحید بنا کر ٭ اک نعرۂ تکبیر فلک بوس لگائیں"

۔ غرض دلی ایمان اور یقین سے حضرت مرزا صاحب کو ظلی۔ بروزی اور امتی نبی مان کر انہیں زمرۂ انبیاء میں نہیں بلکہ زمرۂ اولیاء۔ اقطاب اور ابدال میں شامل کر کے مجدّدِ اعظم ماننا چاہیئے۔ اور "لك خطاب العزّت" کے الہام کے مطابق مجازاً نبی کا نام پانے کے لئے مخصوص۔ کیونکہ انہوں نے مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کے ذریعے اخبارِ غیب کا کثیر حصہ پایا۔ اور فنافی الرسول کا مقام حاصل کیا۔ جن کے نہ ماننے سے کوئی شخص کافر خارج از دائرہ اسلام تو نہیں ہو سکتا۔ مگر قابلِ مواخذہ ضرور ہے۔ کیونکہ وہ رسولِ خدا کی نافرمانی کر کے ایک مرسل ربانی کے برکات اور فیوض سے بھی محروم رہتا ہے۔

ایک بات جس پر ربوی حضرات عموماً زور دیتے ہیں یہ کہ چونکہ اھدنا الصراط الخ۔ میں حصول نبوت کی دعا ہے۔ اس لئے حضرت اقدس نے اس دعا کے ذریعے نبوت حاصل کی۔ جو صحیح نہیں۔ اور نہ ہی حضرت اقدس کی مراد اس سے منصبِ نبوت حاصل کرنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللّٰہ اعلم حیث یجعل رسالتہ۔ اللہ تعالےٰ جانتا ہے کہ کس کو منصب نبوت و رسالت پر کھڑا کرنا چاہیئے۔ اس لئے کوئی انسان آج تک اپنی کوشش اور دعا سے نہ کبھی پہلے نبی بنا اور نہ اب بن سکتا ہے۔ کیونکہ نسلِ انسانی کے لئے حضرت نبی کریم صلعم پر کامل روحانی اور جسمانی ہدایات نازل فرما ضابطہ حیات کامل کر دیا ہے اس لئے آنحضرت کو النبیؐ اور الرسول کے نام سے مخصوص کرکے نبوت آیندہ کے لئے بکلی بند کر دی ہے اب اگر ان کے بعد نبی آ جائے تو یہ الفاظ النبیؐ اور الرسول مشتبہ ہو جائیں گے۔ حضرت مرزا صاحب براہین پنجم صفحہ پر لکھتے ہیں :۔ سو کلام الٰہی میں اس کا (مسیح موعود) نام نبی رکھنا ان معنوں سے نہیں جو ایک مستقل نبی کے لئے مستعمل ہوتے ہیں بلکہ صرف یہ مقصود ہے کہ خدا تعالےٰ اس سے مکالمہ مخاطبہ کرے گا۔ اور غیب کی باتیں اس پر ظاہر کرے گا۔ اس لئے باوجود امتی ہونے کے وہ نبی کہلائیگا اگر یہ کہا جائے کہ اس اُمت پر دروازہ مکالمہ مخاطبہ اور وحی الٰہی کا بند ہے تو پھر کوئی امتی نبی کیونکر کہلا سکتا ہے (یہ نہیں فرمایا کہ بن سکتا ہے۔ ناقل) کیونکہ نبی کے لئے ضروری ہے کہ خدا تعالےٰ اس سے ہمکلام ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس اُمت پر یہ دروازہ ہرگز بند نہیں...... اگر بند

ہوتا تو کیوں قرآن میں یہ دُعا سکھلائی جاتی اھدنا الصراط۔ اور نزول
مسیح صفحہ ۵۹ پر ہے۔ کہ اھدنا الصراط کی دُعا میں اس انعام کی امید
دلائی گئی جو پہلے نبیوں اور رسولوں کو دیا گیا۔ اور ان انعامات میں بزرگ تر
انعام وحی یقینی کا انعام ہے کیونکہ گفتار الٰہی قائم مقام دیدار الٰہی ہے"
لہذا آپ خدا کو حاضر ناظر جان کر اپنے آپ سے پوچھیں کہ کیا آپ
پنج وقت کی نماز میں نبی اور رسول ہونے کی دُعا مانگتے ہیں۔ یا ان کی راہوں
پر چلنے کی۔ اور ان کی صفات حاصل کرنے کی؟ کیا حضرت نبی کریم صلعم جو اس
سورت کے نزول سے پہلے ہی نبی تھے۔ ہر روز حصولِ نبوت کی دُعا کرتے
تھے؟ کیا حضرت مرزا صاحب جب بقول آپ کے اپنی غلطی سے آگاہ ہو
کر ۱۹۰۱ء میں نبی بن گئے تھے۔ تو پھر وہ بھی سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے
یا نہ۔ اگر پڑھتے تھے۔ تو بقول آپ کے اعلیٰ سے اعلیٰ مرتبہ یعنی نبوت پالینے
کے بعد ان کو کیا ضرورت تھی کہ وہ یہ سورت پڑھتے رہے۔ کیا اس لئے کہ اس
میں صرف منعم علیہم کی راہوں پر چلنے اور ان کی صفات کے حصول کے لئے
دُعا ہے؟ پھر اگر دنیاوی لحاظ سے دیکھا جاوے تو مال و دولت اور بادشاہت
بھی انعام ہیں۔ جن میں یہودی عیسائی اور مشرک بھی شریک ہیں۔ مگر وہ لوگ
روحانیت اور اخلاق فاضلہ سے محروم ہیں۔ پس اس دُعا میں تو صرف
روحانیت کے لئے نیک لوگوں کی راہ پر چلنے کی التجا ہے۔ چنانچہ رسول
اکرم صلعم کی راہ اور اسوۂ حسنہ پر چل کر ہی حضرت مرزا صاحب نے مقام
فنا فی الرسول حاصل کیا۔ جو ایک متبع یعنی اُمتی کے لئے نہایت قرب اور عزت

کا اعلیٰ مقام ہے۔ اور اگر حصولِ نبوت کی دعا ہوتی تو وہ جن کی نسبت قرآن پاک میں خود ذات باری تعالےٰ نے یہ سرٹیفکیٹ دے رکھا ہے کہ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔ خصوصاً حضرت ابوبکر صدیق جن کے نام پر حضرت مرزا صاحب نے بسیرت صدیقی کی کھڑکی کا کھلا ہونا بھی بطور استثنیٰ لکھا ہے وہ صدیق اس موہبت سے کیسے محروم رہ سکتے تھے اور کیوں اسکے مستحق نہ ہوئے۔ اسی لئے کہ باب نبوت بکلی مسدود ہے۔ اور اب حضرت نبی کریم صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ نیا ہو یا پرانا۔

قرآن پاک میں نبیوں کے ذکر میں آتا ہے کہ اولئک الذین اٰتینٰھم الکتاب والحکم والنبوۃ۔ یہ وہ ہیں جن کو ہم نے کتاب۔ حکم اور نبوت دی۔ کتاب نبی کی وہ وحی ہے جو اُمت کی ہدایت کے لئے اس پر نازل ہوتی ہے۔ حکم وہ اختیار ہے جو نبی کو دیا جاتا ہے کہ وہ دوسروں کو اپنی طرف بلائے۔ اور نبوت وہ پیشگوئیاں ہیں جو اس کو دین کی تائید کے لئے دی ہیں۔ اس لئے اصطلاح شرع میں تو لفظ نبی سے وہ بلند مرتبہ انسان مراد ہیں جو اللہ تعالےٰ اور بندوں کے درمیان سفیر ہوتے ہیں۔ جن کو کتاب حکم اور نبوت دی جاتی ہے۔ مگر لغوی معنوں میں ایسے علماء مراد ہوتے ہیں جو العلماء ورثۃ الانبیاء ہوں۔ اور جن کے حق میں حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل میری اُمت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں۔ یعنی ایسے بزرگوں کو شرف مکالمہ مخاطبہ سے سرفراز کیا جاتا ہے جو تائید دین کے لئے پیشگوئیاں

کرتے ہیں۔ اور اس لئے نبوّت کے لغوی معنوں میں نبی کا لقب بطور عزّت حاصل کرتے ہیں۔ اور صوفیائے کرام کی اصطلاح میں یہ ظلّ بروزا ور فنافی الرسول ہیں۔ مگر اصطلاح اسلام میں محدّث۔ اور یہ نہ صرف اکابرین اہلِ سنّت کا مذہب ہے بلکہ حضرت مرزا صاحب کا بھی یہی مذہب ہے۔ چنانچہ خود آپ کے ادارہ اصلاح و ارشاد نے "جماعت احمدیہ کے عقائد" کے نام سے جو پمفلٹ شائع کیا ہے۔ اس میں حضرت مرزا صاحب کے عقائد ان کے اپنے الفاظ میں یوں نقل کئے ہیں:۔

"غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا۔ اور وہ امور جو اہلِ سنّت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں۔ ان سب کا ماننا فرض ہے۔ اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی اور الزام ہم پر لگاتا ہے۔ وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افتراء کرتا ہے اور قیامت میں ہمارا اس پر دعوےٰ ہے۔ کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کر کے دیکھا کہ ہم باوجود اپنے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں۔ الا ان لعنة اللہ علی الکافرین المفترین۔" (ایام الصلح)

اس اعلان میں کن لوگوں کا ذکر ہے۔ اور وہ کیا افتراء کرتے ہیں؟ میرے خیال میں یہاں مخالف علماء مخاطب ہیں جو حضرت اقدس پر یہی افتراء کرتے تھے کہ آپ دعوےٰ نبوّت کرتے ہیں اور آیت خاتم النبیین اور حدیث لا نبی بعدی کا انکار کر کے کافر ہو جاتے ہیں مگر حضرت مرزا صاحب اس کو الزام اور افتراء قرار دیتے ہیں اور اس کی تائید حضرت موصوف کی اس تحریر سے بھی

ہوتی ہے کہ اگر یہ اعتراض ہے کہ نبوت کا دعوئے کیا ہے اور وہ کلمۂ کفر ہے
تو بجز اس کے کیا کہیں کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین المفترین۔
اور اس افتراء کی تردید کے لئے حضرت مرزا صاحب کو اپنے عقائد کا اعلان
کرنا پڑا۔ لہٰذا جو شخص اس وقت ان کو نبی ہونے سے انکار کرنے پر غلطی پر
مبتلا سمجھے (بالفاظ خلیفہ صاحب "وہ اس غلطی میں مبتلا تھے کہ ان چیزوں
کا نام نبوت نہیں") اور اسی لئے اُن پر یہ الزام لگاتے کہ انہوں نے ۱۹۰۱ء
میں اپنا عقیدہ بدل کر مخالفین کے الزام اور افتراء کے مطابق نبوت کا دعوئے
کر لیا تھا۔ جیسا کہ اب آپ کا عقیدہ ہے۔ تو کیا وہ شخص مخالفین کا ہم
عقیدہ اور ہم نوا ہو کر حضرت مرزا صاحب پر دعوئے نبوت کا افتراء نہیں
کرتا؟ اور اس طرح تصرف علمی کے تحت غیر شعوری طور پر حضرت مرزا صاحب
کا یہ فتوئے کہ "جو شخص مخالف اس مذہب کے ہم پر الزام لگاتا ہے وہ تقوٰی
اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افتراء کرتا ہے۔ اور قیامت میں ہمارا اس پر
دعوئے ہے" اپنے اوپر وارد نہیں کر لیتا؟ یہ کوئی گہری منطق یا دقیق مسئلہ
نہیں۔ صاف اور واضح بات ہے۔ غور کر لیں کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے مخالف علماء
اور ۱۹۰۱ء کے بعد اُن کے متبع ان کی طرف دعوئے نبوت منسوب کرنے
میں برابر کے شریک نہیں؟ خصوصاً جبکہ ربوی حضرات حضرت مرزا صاحب
کے ۱۹۰۱ء سے پہلے کے ان عقائد کو صحیح اور حق بھی تسلیم کرتے ہیں جن میں
دعوئے نبوت کو افتراء قرار دیا ہے۔ اور حضرت اقدس کے انہی عقائد کو
اپنے عقائد تسلیم کر کے مشتہر بھی کرتے ہوں۔ تو کیا ان عقائد کے مطابق آپ

حضرت مرزا صاحب پر افترا نہیں کرتے - اور اس طرح ان کا مذکورہ بالا فتوے خود ہی اپنے اوپر منطبق نہیں کر لیتے ؛ فتدبروا یا اولی الابصار -

آپ کے سوالات تو ختم ہوئے لیکن ہمارے عقائد حق تسلیم کر لینے کے بعد اپنے سابقہ عقائد کی تائید میں حوالے پیش کرنے کی اگرچہ ضرورت تو نہ رہی تھی، تاہم آپ نے چونکہ اُن کو دوہرایا ہے - اس لئے اُن کے متعلق کچھ عرض کئے دیتا ہوں - اپنے خط کے آخر میں حضرت مرزا صاحب کا ایک نامکمل حوالہ نقل کیا ہے - (معاف فرمایئے آپ حوالے نامکمل نقل کرتے ہیں - ناقل) پورا حوالہ یہ ہے - کہ " خلاصہ کلام یہ کہ میرے کلام میں کچھ تناقض نہیں - میں تو خدا تعالیٰ کی وحی کی پیروی کرنے والا ہوں - جب تک مجھے علم نہ ہوا میں وہی کہتا رہا جو اوائل میں میں نے کہا تھا - اور جب مجھے اس کی طرف سے علم ہوا - تو میں نے اس کے مخالف کہا - میں انسان ہوں مجھے عالم الغیب ہونے کا دعوےٰ نہیں - بات یہی ہے جو چاہے قبول کرے یا نہ کرے "

یہاں حضرت اقدس نے ایک کلیہ بیان فرمایا ہے - جو قرآن کریم کے اس فرمان کے مطابق ہے کہ لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہا اختلافاً کثیراً - یعنی قرآن اگر غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت اختلاف پایا جاتا - اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک کی صداقت کے لئے ایک قطعی دلیل یہ پیش کی ہے کہ چونکہ وہ عالم الغیب ہے جو ماضی، حال اور مستقبل کو جانتا ہے - اس لئے اس کے کلام میں تضاد یا اختلاف ناممکن ہے یہ دلیل مخالفوں کے لئے تھی - لیکن بعد میں ایسے مسلمان ہوئے اور ہیں جو

قرآن کو خدا کا کلام مان کر بھی اس میں ناسخ منسوخ کا مسئلہ نکالتے ہیں اور اس کی وجہ خود اسی آیت کے شروع میں یہ فرمائی کہ " افلا یتدبرون القرآن - یعنی وہ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے - اس لئے غیر شعوری طور پر اس دلیل کی تکذیب کرتے ہیں - یہی حال ربوی حضرات کا ہے - باوجودیکہ حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ میں عالم الغیب نہیں ہوں ، لہذا میرے عقائد میں یوں تو اختلاف ممکن ہے لیکن جب مجھے عالم الغیب کی طرف سے علم ہوا - اور میں نے حیات - ممات اور نزول مسیح اور مہدی وغیرہ کے بارہ میں اپنے مروجہ عقیدہ کو چھوڑ کر اپنا عقیدہ الہٰی علم کے مطابق کر لیا تو پھر اختلاف ناممکن ہے - چنانچہ سراج المنیر میں لکھتے ہیں جو ۱۸۹۷ء کی کتاب ہے " بار بار کہتا ہوں کہ یہ الفاظ رسول - مرسل اور نبی کے میرے الہام میں میری نسبت خدا تعالےٰ کی طرف سے بے شک ہیں - لیکن اپنے حقیقی معنوں پر محمول نہیں - اور جیسے یہ نہیں - ایسے ہی وہ نبی کر کے پکارنا جو حدیثوں میں مسیح موعود کے لئے آیا ہے وہ بھی اپنے حقیقی معنوں پر اطلاق نہیں پاتا - یہ وہ علم ہے جو مجھے خدا نے دیا ہے - جس نے سمجھنا ہو سمجھ لے - میرے پر یہی کھولا گیا ہے کہ حقیقی نبوت کے دروازے خاتم النبیین کے بعد بکلی بند ہیں " حضرت اقدس کی یہ تحریر محکم ہے جو اللہ تعالےٰ کے دیئے ہوئے علم پر مبنی ہے - اور جو ایک غلطی کے ازالہ سے پہلے کی ہے - اس لئے اگر یہ خدا تعالےٰ کا دیا ہوا علم تھا - اور یقیناً تھا تو بعد میں غلطی کا ازالہ میں اس کے خلاف ہرگز نہیں لکھ سکتے - ورنہ اللہ تعالےٰ کے علم میں تضاد

ماننا پڑے گا۔ اور غالباً یہی وجہ ہے کہ ربوی حضرات کو بھی سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے اور بعد کی تحریرات میں تضاد مان کر ناسخ منسوخ کا مسئلہ ایجاد کرنا پڑا۔ کیونکہ وہ تدبّر سے کام نہیں لیتے اور اس لئے اشتہار ایک غلطی کا ازالہ کو تبدیلی عقیدہ کی بناء قرار دیتے ہیں حالانکہ اس میں صرف اعادہ اور تشریح ہے اس کی جو وہ پہلے لکھتے رہے ۔

اوائل کا زمانہ سے مراد پہلے کا وہ زمانہ ہے ۔ جب ابھی حضرت مرزا کو حضرت مسیح کی وفات کا علم نہیں ہوا تھا ۔ لیکن ایک دفعہ خدا سے علم پا لینے کے بعد اگر سنہ ۱۹۰۱ء میں اس کے خلاف علم پالیا تھا ۔ تو وہ عالم الغیب خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتا ۔ اس لئے یہ عقیدہ کہ ایک دفعہ خدا سے علم پا کر بعد میں اس کے خلاف علم پالیا تھا ۔ اور اس لئے عقیدہ بدل کر دعویٰ نبوت کر لیا تھا سراسر غلط اور

ناقابلِ قبول ہے کیونکہ اشتہار ایک غلطی کا ازالہ کو حضرت اقدس نے ان الفاظ پر ختم کیا ہے کہ اب اس تمام تحریر سے میرا مطلب یہ ہے کہ جاہل مخالف میری نسبت الزام لگاتے ہیں کہ یہ شخص نبی اور رسول ہونے کا دعوٰے کرتا ہے ۔ مجھے ایسا کوئی دعوے نہیں ۔ میں اس طور سے جو وہ خیال کرتے ہیں نہ نبی ہوں نہ رسول ۔ ہاں میں اس طور سے نبی اور رسول ہوں جس طور سے ابھی میں نے بیان کیا ہے ۔" " مجھے بروزی صورت نے نبی اور رسول بنایا ہے ۔ اور اسی صورت میں خدا نے بار بار میرا نام نبی اللہ اور رسول رکھا ہے ۔ مگر بروزی صورت میں میرا نفس درمیان نہیں"۔ اور

اس سے پہلے یہ کہا کہ موردِ بروز حکمِ نفی وجود رکھتا ہے۔" اسی لحاظ سے میرا نام محمد اور احمد ہوا۔" پس نبوّت اور رسالت کسی دوسرے کے پاس نہ گئی۔ محمد کی چیز محمد ہی کے پاس رہی علیہ الصلوٰۃ والسّلام"۔ اب اگر اس عبارت سے حضرت مرزا صاحب کی نبوّت مراد لی جائے جیسے آپ لیتے ہیں تو اسے جھوٹا اور ناپاک خیال کیوں کہا۔ اور الفاظ "نفی وجود" اور "نہ میرا نفس درمیان میں نہیں" کا کیا مطلب ہو گا۔ حضرت مرزا صاحب نے تو یہاں صرف فنافی الرّسول کے طور پر محمد۔ اور نبی کا نام پایا ہے۔ تو دنبی ہونے کا دعوےٰ نہیں کیا۔ کیونکہ اسی اشتہار میں پہلے یہ فرما چکے ہیں کہ" بروزی رنگ میں تمام کمالاتِ محمدیہ معہ نبوّت محمدیہ کے میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں۔ تو پھر کونسا الگ انسان ہوا۔ جس نے علیحدہ طور پر نبوّت کا دعوےٰ کیا۔" اب اگر حضرت اقدس کی طرف دعوےٰ نبوّت منسوب کریں تو اس تحریر کے مطابق حضرت مرزا صاحب کو الگ ایک انسان مدّعی نبوّت ماننا پڑے گا حالانکہ وہ خود اس سے انکار کرتے ہیں۔ اور یہ فنافی الرّسول کے بھی منافی ہے۔ اس لئے مزید وضاحت فرمائی کہ" یوں سمجھ لو کہ مہدی موعود خَلق اور خُلق میں ہم رنگ آنحضرت صلعم ہو گا۔ اور اس کا اسم آنجناب کے اسم کے مطابق ہو گا۔ یعنی اس کا نام بھی محمد اور احمد ہو گا۔" اور کہ" فرزند کی طرح اس کا وارث ہو گا۔ اس کے نام۔۔۔۔ خلق۔۔۔۔۔۔ علم کا۔ اس کی رُوحانیت کا وارث۔۔۔۔۔۔ پس جیسا کہ ظلّی طور پر اس کا نام۔۔۔۔۔ کا علم لے گا۔ ایسا ہی اس کا نبی لقب بھی لے گا۔" یعنی ظلّی طور پر

نہ حقیقۃً"۔ اور پہلے یہ کہا کہ "اگر کوئی اسی خاتم النبیین میں ایسا گم ہو کر بباعث
نہایت اتحاد اور نفی غیریت کے اسی کا نام پالیا ہو۔ اور صاف آئینہ کی طرح
محمدی چہرہ کا اس میں انعکاس ہو گیا ہو تو وہ بغیر مہر توڑنے کے نبی کہلائیگا۔
کیونکہ وہ محمد ہے گو ظلّی طور پر .... مگر عیسیٰ بغیر مہر توڑنے کے نہیں
آسکتا۔ کیونکہ اس کی نبوت الگ نبوت ہے"۔ یہاں اس عقیدہ کی بھی تردید
ہے کہ حضرت مرزا صاحب حضرت عیسیٰ کی طرح غیر تشریعی نبی ہیں۔ عدالت
میں ایک سوال کے جواب میں خلیفہ صاحب نے ظلّی بروزی کی یوں تعریف
کی کہ "ان اصطلاحات سے مراد یہ ہے کہ ایسا شخص .... خود بعض
مخصوص صفات نہیں رکھتا بلکہ یہ صفات اس میں انعکاسی رنگ میں
ظاہر ہوتی ہیں" (رسالہ بیان ص۳۵) پھر یہ کہ "ان معنوں سے کہ میں نے
اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام
پا کر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے۔ رسول اور نبی ہوں
مگر بغیر کسی شریعت کے اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں
کیا"۔ یہاں نبی اور رسول کے معنے صرف علم غیب پانا بتلائے ہیں۔ کیا اس
سے ثابت نہیں ہوتا کہ جو کچھ ۱۹۰۱ء سے پہلے کہتے رہے ہیں یہاں بھی
وہی کہا ہے نہ یہ کہ پہلے جس بات سے انکار تھا اب اس کا اقرار ہے۔
لہذا ۱۹۰۱ء سے بعد تبدیلی عقیدہ کا الزام بے بنیاد ہے۔ اور الفاظ نبی
اور رسول کی بھی یوں تشریح فرما دی کہ "اس کے نام احمد اور محمد سے
مسمّی ہو کر میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی۔ یعنی بھیجا گیا اور غیب کی خبریں پانے

والا" اس لئے اپنے رسول مقتدا نہ سے باطنی فیض حاصل کر کے......
خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے یعنی نبوت کا ایک جزو۔ کیونکہ قرآن
شریف میں ہے کہ نبی کو کتاب ۔ حکم اور نبوت دی جاتی ہے۔ اور حضرت
مرزا صاحب کو صرف نبوت ملی یعنی غیب کی خبریں پانا۔ اور یہ لم یبق
من النبوۃ الا المبشرات کی تشریح ہے۔ اور اس کی مزید وضاحت
یوں فرمائی کہ" اگر بروزی معنوں کی رُو سے بھی کوئی شخص نبی اور رسول
نہیں ہو سکتا تو اس کے کیا معنے کہ اھدنا الصراط المستقیم الخ۔
سو یاد رکھنا چاہیئے کہ ان معنوں کی رُو سے مجھے نبوت اور رسالت سے
انکار نہیں۔ اسی لحاظ سے صحیح مسلم میں بھی مسیح موعود کا نام نبی رکھا۔ اگر
خدا تعالیٰ غیب کی خبریں پانے والا (لفظ نبی کے معنوں کی رُو سے بھی۔
ناقل) نبی کا نام نہیں رکھتا تو بتلاؤ کس نام سے اسے پکارا جائے۔ اگر کہو
اس کا نام (لغوی معنوں میں۔ ناقل) محدث رکھنا چاہیئے۔ تو میں کہتا ہوں
تحدیث کے معنے کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں ہے مگر نبوت
کے (لغوی۔ ناقل) معنے اظہار غیب ہے۔ (کیونکہ) نبی ایک لفظ ہے
...... (جو) نابا سے مشتق ہے جس کے معنے یہ ہیں کہ خدا سے خبر پا کر
پیشگوئی کرنا" لہذا حضرت مرزا صاحب نے یہ الفاظ۔ نبی اور رسول۔ صرف
لغوی معنوں میں استعمال کئے ہیں۔ نہ اصطلاح اسلام کے معنوں میں۔ اور
فٹ نوٹ میں اس کی یوں وضاحت کر دی کہ" پس منجملہ ان انعامات کے
(یعنی انبیاء کے کل انعامات میں سے ایک۔ ناقل) وہ نبوتیں اور پیشگوئیاں

ہیں جن کی رُو سے (یعنی غیب کی خبریں پانے اور پیشگوئیاں کرنے کی وجہ سے۔ ناقل) انبیاء علیہم السلام نبی کہلاتے ہیں۔ لیکن قرآن شریف بجز نبی بلکہ رسول ہونے کے دوسروں پر علوم غیب کا دروازہ بند کرتا ہے.... اس لئے ماننا پڑتا ہے۔ کہ اس موہبت کے لئے محض بروز اور ظلیت اور فنافی الرسول کا دروازہ کھلا ہے"۔ اور "ایک غلطی کا ازالہ" میں کہا ہے کہ جو کچھ پہلے کہتا رہا ہوں وہی اب کہتا ہوں۔ چنانچہ ۱۹۰۱ء سے توضیح مرام میں ہے کہ "اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مسیح کا مثیل بھی نبی ہونا چاہیئے۔ کیونکہ مسیح نبی تھا۔ تو اس کا اول جواب یہ ہے کہ آنے والے مسیح کے لئے ہمارے سید و مولے نے نبوت شرط نہیں ٹھہرائی (حالانکہ اور یہ فرما چکے ہیں کہ صحیح مسلم میں بھی مسیح موعود کا نام نبی رکھا۔ ناقل) بلکہ صاف لکھا ہے کہ وہ ایک مسلمان ہوگا۔ اور عام مسلمانوں کے موافق شریعت فرقانی کا پابند ہوگا۔ اور اس سے زیادہ ظاہر نہیں کرے گا کہ میں مسلمان ہوں۔ اور مسلمانوں کا امام ہوں۔ ماسوا اس کے اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ یہ عاجز اس امت کے لئے محدث ہو کر آیا ہے۔ اور محدث بھی ایک معنے سے نبی ہوتا ہے۔ گو اس کے لئے نبوت تامہ نہیں۔ تاہم جزوی طور پر وہ ایک نبی ہی ہے۔ کیونکہ وہ خدا تعالے سے ہمکلام ہونے کا شرف رکھتا ہے۔ امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں۔ اور رسولوں اور نبیوں کی وحی کی طرح اس کی وحی کو دخل شیطانی سے منزہ کیا جاتا ہے۔ اور مغز شریعت اس پر کھولا جاتا ہے۔ اور بعینہ انبیاء کی طرح مامور ہو کر آتا ہے۔ اور انبیاء کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے کہ

اپنے تئیں باآوازِ بلند ظاہر کرے اور اس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرتا ہے۔ اور نبوت کے معنے بجز اس کے کچھ نہیں کہ امور متذکرہ بالا اس میں پائے جائیں۔" حضرت اقدس نے اس آخری فقرہ میں لفظ محدثیت کی بجائے نبوت لکھ کر تو فیصلہ ہی کر دیا۔ کہ ان دونوں لفظوں (یعنی محدثیت اور نبی) کی تعریف اور مفہوم ایک ہی ہے۔ اور حضرت اقدس نے یہ الفاظ ہم معنی استعمال کئے ہیں۔ گویا اصطلاحِ اسلام میں جسے محدث کہتے ہیں۔ اسے لغوی معنوں میں نبی۔ اور یہ بات تبصرہ میں بڑی وضاحت سے بیان کی گئی ہے۔ صـ ۱۸۳۔ پس یہ نزاع لفظی ہے جس کو اکابرینِ اہل سنت محدثیت کہتے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب لغوی معنے میں اسے نبوت۔ مفہوم دونو کا ایک ہے۔ اور اسی مفہوم کو مدِ نظر رکھ کر حقیقت الوحی میں خود حضرت اقدس نے مجدد صاحب سرہندی کے عربی مکتوب میں لفظ محدث کا ترجمہ نبی کیا ہے۔ توضیح مرام کے منقولہ بالا حوالہ کی عبارت سے واضح ہے کہ (۱) حدیث میں مسیح موعود کے لئے جو لفظ نبی آیا ہے۔ اس سے مراد محدث ہے جو حضرت اقدس کے نزدیک غیر نبی کے مترادف ہے اس لئے تو فرمایا کہ آنے والے مسیح کے لئے ہمارے سید و مولی نے نبوت شرط نہیں ٹھہرائی حالانکہ حدیث میں مسیح موعود کے لئے نبی اللہ اور امامکم منکم کا حوالہ بھی خود ہی دیا ہے۔ اگر لفظ نبی کا مفہوم یہاں غیر نبی نہ لیا جائے۔ تو ان کا یہ کہنا کہ مسیح موعود کے لئے نبوت شرط نہیں ٹھہرائی باطل ہوگا۔ جو نا قابلِ قبول ہے۔

۔ الوصیت میں بھی جو ۱۹۰۱ء کے بعد کی ہے اور وصیت ہے۔ جو

منسوخ نہیں ہوسکتی - یہی کہا ہے کہ (حضرت نبی کریم کا) "کامل پیرو صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ نبوت کاملہ تامہ محمدؐیہ کی اس میں ہتک ہے - ہاں اُمتی اور نبی اجتماعی حالت میں صادق آ سکتے ہیں۔ کیونکہ کامل پیرو ہے تو اُمتی لیکن بوجہ شرف مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ پانے کے جو نبیوں کی صفات ہیں سے ایک صفت ہے۔ اسے جزوی نبوت ملتی ہے۔ جیسے صوفیوں کی اصطلاح میں فنا فی الرسول کہتے ہیں۔ گویا جو "غلطی کا ازالہ" میں کہا یہاں اس کی مزید تشریح کر دی۔

ایک زمانہ تھا۔ جب یہ تشریحات غیر احمدی مخالفوں کے لئے لکھی گئیں تھیں جو بغض اور تعصب کی بناء پر ان واضح اور سہل الفہم باتوں کو ماننے سے انکار کر کے فتویٰ کفر لگانے پر مصر تھے۔ مگر حضرت اقدس کو اس وقت تک وہم تک بھی نہ ہوگا کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ خود میرے متبعین میں سے علماء اور صلحاء تک ان تشریحات کو قبول کرنے سے انکار کریں گے اور نبوت اور رسالت کے الفاظ کو حقیقت پر محمول کر کے حضرت مرزا صاحب کو غیر تشریعی نبوت کا مدعی ثابت کریں گے۔ اور یہ امر مسلم قوم کے لئے ایک دائمی وجہ فساد و عناد ہو جائے گی۔ یہ شاید اس لئے کہ تا حضرت اقدس کی صداقت کے لئے ایک اور وجہ مماثلت ثابت ہو۔ جو مثیل مسیح کو اصل مسیح سے ہے۔ کیونکہ عیسائی۔ یہودیوں کے بھی وہم تھا ہو کہ حضرت مسیح موعود کے مجازی کلام کو حقیقت سمجھ کر انہیں خدا کا بیٹا مانتے ہیں جس سے وہ انکار کرتے تھے تو مثیل کے متبعین بھی مخالفوں کے وہم تھا ہو کہ حضرت مرزا صاحب کے مجازی کلام کو حقیقت پر محمول کر کے

انہیں نبوت کا مُدعی قرار دیتے ہیں۔

قاضی صاحب محترم! اگر جیسا کہ آپ نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ آپ حضرت مرزا صاحب کی تعریف نبوت مندرجہ خط الحکم مؤرخہ ۱۲ اگست ۱۸۹۹ء پر علیٰ وجہ البصیرت ایمان رکھتے ہیں۔ تو اس میں تو حضرت اقدس نے نبوت کے لئے چار شرائط ذیل قرار دی ہیں۔ آؤ دیکھیں ان میں سے کوئی شرط بھی حضرت اقدس میں پائی جاتی ہے جس سے وہ نبی بن سکیں۔

حضرت مرزا صاحب نے نبیوں کے لئے یہ شرائط قرار دی ہیں کہ

شرائط	ریمارکس
۱۔ نبی کامل شریعت لاتے ہیں۔	حضرت مرزا صاحب نئی شریعت نہیں لائے اس لئے یہ شرط اُن میں نہیں پائی جاتی۔ اس لئے وہ نبی بھی نہیں ہو سکتے۔
۲۔ نبی بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں۔	حضرت مرزا صاحب نے نہ نئی شریعت کا کوئی حکم منسوخ کیا نہ ایزاد بلکہ عام مسلمانوں کی طرح شریعت فرقانی کے پابند ہو کر اس پر عمل کیا۔ اس لئے وہ نبی نہیں بن سکتے۔
۳۔ نبی براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالےٰ سے تعلق رکھتے ہیں	حضرت مرزا صاحب نے حضرت نبی کریم صلعم کے فیض سے استفادہ کیا اور ان کے کامل پیرو تھے۔ اس لئے وہ نبی نہیں بن سکتے۔
۴۔ نبی کسی نبیٔ سابق کی	حضرت مرزا صاحب آنحضرت صلعم کے ایسے کامل اُمتی

اُمت نہیں کہلاتے تھے۔	تھے۔ کہ فنافی الرسول کا مقام حاصل کر کے مجازی اور اعزازی طور پر نبی کا خطاب پایا اور اس لئے اُمتی نبی کہلائے۔ گویا نبوت کی بعض صفات سے حصہ پا کر بھی اُمتی ہی رہے۔ اس لئے اگر فقط نبی کہلائیں تو آنحضرتؐ کی ہتک کریں گے۔ اس لئے نبی نہیں بن سکتے۔

اب اگرچہ اللہ تعالے کے فضل وکرم سے تبصرہ میں ہر اختلافی مسئلہ کی شرح بسط سے وضاحت ہوئی تھی تاہم اپنی استعداد اور فہم کے مطابق دوبارہ بھی یہ حقیقت زیادہ تفصیل سے واضح کرنے کی سعی کی ہے کہ آپ کے سوالات کی روشنی میں بھی دعوی عقیدہ حضرت مرزا صاحب کی تکذیب کا باعث ہے۔ نہ صداقت کا۔

محترم قاضی صاحب! بات دراصل یہ ہے کہ چودھویں صدی میں کثرت فسق فجور۔ روحانی گمراہی اور ہستی باری تعالے سے انکار کی وجہ سے اس صدی کے مجدّد کو عظیم کارنامے انجام دینے تھے جس کے باعث اسے خاص اہمیت عظمت اور خصوصیت حاصل ہوتی تھی۔ اس کے نزول اور شناخت کے لئے بھی دوسرے مجددین کے مقابلہ میں کثیر التعداد نشانات اور پیشگوئیاں احادیث میں مذکور ہیں۔ چنانچہ حدیث میں اس کو عیسے ابن مریم نبی اللہ قرار رکھا گیا ہے۔ اور اس کے ظہور اور شناخت کے لئے علامات بتلائی گئیں۔ کہ اس وقت اسلام پر اندرونی اور بیرونی مصائب ہوں گی۔ عیسائیت مظلومیت سے نکل کر ظالمانہ

پوزیشن میں ہوگی۔ دجال کا ظہور ہوگا۔ آریہ دہریہ حملہ آور ہوں گے کسرِ صلیب اور قتلِ خنزیر یعنی عیسائیت کی تردید اور تکذیب اس کا خاص کام ہوگا۔ چنانچہ خود حضرت مرزا صاحب نے اپنے نزول کی ایک غرض تو یہ بتلائی کہ مسلماں را مسلماں باز کردند۔ یعنی فنافی الرسول کے روپ میں محمد اور احمد نبی اللہ کہلا کر بطور مہدی مسلمانوں کو کامل اور باخدا بنائے گا۔ اور چونکہ اس وقت عیسائیت کا فتنہ زوروں پر ہوگا۔ اس لئے اس سے تصادم بھی لازمی ہونا تھا۔ چنانچہ بقول حضرت مرزا صاحب مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند کے مطابق مجازاً عیسٰے ابنِ مریم بن کر عیسائیوں کی اصلاح اور فلاح کا کام کرے گا۔

اب اندرونی فتنہ تو یہ ہے کہ قرآن و حدیث میں حضرت عیسٰی کی نسبت جو مجازی کلمات استعمال ہوئے ہیں ان کو حقیقت پر محمول کر کے مسلمان یہ محکم ایمان رکھتے ہیں کہ حضرت عیسٰےؑ زندہ آسمان پر اس لئے متمکن ہیں کہ وہ آخری زمانہ میں حفاظت اور غلبۂ اسلام کے لئے دوبارہ نازل ہوگا۔ اور اس عقیدہ کے خلاف کوئی عقلی نقلی دلیل بلکہ خود آیات قرآن کو بھی قبول نہیں کرتے اور ان کے برعکس حضرت عیسٰے کے متعلق قرآن شریف کے بعض مجازی کلمات کو عیسائی ان کی الوہیت کی دلیل قرار دے کر فتنہ برپا کرتے ہیں۔ چنانچہ یہ ہر دو یعنی بعض مسلمان اور عیسائی قرآن کے مجازی کلمات کو حقیقت سمجھنے میں دھوکہ میں مبتلا ہیں۔

غرض چودھویں صدی کے مجدد کو ان مفاسد کے مقابلہ کے لئے اللہ

تعالیٰ نے دوسرے مجددین کی نسبت مکالمہ مخاطبہ اور اخبار غیبیہ سے اس قدر بڑھ چڑھ کر نوازا اور حصہ دیا ہے کہ وہ امتیازاً اور اعزازاً نبی کا خطاب پانے کے مستحق ہو گئے مگر بدقسمتی سے اس امتیازی خصوصیت اور فوقیت کو ان کی زندگی میں مخالفین نے اور ان کی وفات کے بعد متبعین نے ان کے الہامی الفاظ رسول ۔ مرسل ۔ اور نبی کو حقیقی معنوں پر محمول کر کے مخالفین نے تو ان کو کافر خارج از اسلام قرار دیا ۔ مگر بعد میں مخالفین کے ہم نوا ہو کر خود متبعین نے بھی ان کی طرف دعویٰ نبوت منسوب کیا ۔ اور متشدد ہو کر ان کے نہ ماننے والوں کو ایک نبی کا منکر جان کر کافر خارج از دائرہ اسلام سمجھنا اپنا فرض قرار دیا ۔ اور اس طرح لاشعوری طور پر مخالفین کے افتراء کو سچا ثابت کر دیا ۔ جیسا کہ اصل مسیح یعنی حضرت عیسٰےؑ کے متبعین یہودیوں کے ہم نوا ہو کر کرتے ہیں ۔ یہ تو مسلمہ بات ہے کہ تکمیل شریعت کے بعد باب نبوت ہمیشہ کے لئے بند ہے مگر جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ۔ حضرت اقدس نے لکھا ہے کہ "مکالمہ مخاطبہ اور وحی الہیٰ کا دروازہ بند نہیں ہوا اور تمام انعامات میں وحی یقینی ایک بزرگتر انعام ہے ۔ کیونکہ گفتار الہیٰ قائم مقام دیدار الہیٰ ہے (نزول المسیح) ہاں نبی کا نام پانے کی خصوصیت حضرت مرزا صاحب کو دوسرے مجددین سے صرف ممتاز کرنے کے لئے ہے ۔ اس لئے امتیازی اور اعزازی خطاب ہے نہ حقیقی نبوت ۔ اور یہ صرف نزاع لفظی ہے جس کو اکابرین ملت محدثیت کہتے ہیں حضرت مرزا صاحب اسے لغوی معنی میں نبوت ۔ مفہوم ایک ہی ہے یعنی

محدثیت - اور اس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ حقیقت الوحی صفحہ ۹۱-۳۹۰
پر مجدد صاحب سرہندی کے عربی مکتوب میں لفظ محدث کو اُردو ترجمہ
میں نبی لکھا ہے جو بظاہر غلط ہے مگر چونکہ حضرت اقدس ان دونوں لفظوں
کو ہم معنی اور ہم مفہوم جانتے تھے اس لئے ایسا کیا کیونکہ نزاع لفظی ہے۔
اگر یہ نہ مانا جائے تو حضرت اقدس پر غلط ترجمہ کرنے کا الزام عائد ہوگا۔
جو آپ بھی صحیح نہیں مانیں گے۔

محترم قاضی صاحب! اس حقیقت سے تو غالباً آپ کو انکار نہ ہوگا۔ کہ دعوے
نبوت برپا کرکے ہم حضرت مسیح موعودؑ کے نزول کی غرض سے بہت دور
جا پڑے ہیں ان کی بعثت کی بڑی غرض تو کسر صلیب قتلِ خنزیر اور اسمہٗ احمد کی
پیشگوئی کے مطابق حضرت رسالتمآب کے بروزبن کر مسلمانوں کو روحانی لحاظ سے
اصحاب رسول بنانا تھا۔ اس لئے ان کی زندگی میں اور آپ کے کچھ عرصہ بعد اسی پر سارا
زور ہوتا تھا کہ احمدیوں کو پاکیزہ زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ چنانچہ اس زمانہ کے احمدی
تقویٰ و طہارت۔ صداقت اور دیانت میں نمونہ ہوتے تھے۔ چنانچہ علامہ اقبال
مرحوم کو اپنے لیکچر "ملتِ بیضا پر ایک عمرانی نظر" صفحہ ۲۲ پر اپنے نظریہ کی تائید میں
صحیح نمونہ کی مثال کے لئے اس وقت کی احمدیہ جماعت پر ہی نظر پڑی اور اسی کی
ہی مثال دیکر کہا کہ "اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا جسے
فرقۂ قادیانی کہتے ہیں"۔ مگر افسوس کہ بعد میں سیاسی رقابت کی بنا پر میاں محمود احمد
صاحب سے ان کا تصادم ہوگیا اور وہ قادیانی جماعت کے مخالف ہوگئے۔
کیونکہ اس وقت تک تو قادیانی جماعت میں بھی وہ نمونہ باقی نہیں رہا تھا۔

جس کی علامہ موصوف نے تعریف کی تھی بلکہ عقائد میں تبدیلی کر لینے کے بعد ان میں وہ عملی برتری بھی بڑی حد تک معدوم ہو چکی تھی۔ خلیفہ صاحب سے اختلاف کرنے والوں کے لئے منافق سازی کی ٹکسال لگ گئی تھی بلکہ قتل و مقدمات تک نوبت پہنچی ہوئی تھی۔ کیونکہ بدقسمتی سے اب پاکیزہ اعمال اور نیک کردار کی بجائے پکے احمدی کے لئے صرف یہ معیار تھا کہ وہ حضرت مرزا صاحب کو نبی اور میاں محمود احمد کو خلیفہ مان لے۔ چنانچہ عیسائیوں کے پوپ کی طرح جب خود خلیفہ صاحب نے ہز ہولی نس (HIS HOLINESS) کا لقب اختیار کیا تو مماثلت کے لئے کفارہ اس کا لازمی نتیجہ تھا اس لئے احمدی نہ صرف نیک عمل سے بلکہ فکر و تدبر کرنے سے بھی غافل ہو گئے۔ چنانچہ مثلاً جب خلیفہ صاحب نے ۱۹۱۴ء میں یہ کہا کہ ۹۸ فیصدی کے مقابلہ میں ۲ فیصدی کے ساتھ خلافتی انتخاب جیت لیا تھا۔ تو عقل و دانش کو جواب دے کر اس کو سچ بلکہ کرامت سمجھا گیا۔ یعنی حضرت رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو اپنے سے تین گنا پر فتح پائی تھی۔ اور خلیفہ صاحب نے انچاس گنا پر غلبہ پایا۔ حالانکہ انتخاب کی رو سے تو کثرت رائے لازمی شرط ہے مگر جو انتخاب نہایت قلیل تعداد سے جیتا جائے گا وہ تو صرف دھاندلی ہی سے ممکن ہو سکتا ہے۔ اور قانوناً ایسا امیدوار تو صحیح نامزد بھی شمار نہیں ہو سکتا بلکہ ایسا انتخاب کالعدم قرار پاتا ہے۔ آئے دن قلت رائے یا ناجائز ذرائع سے جیتے ہوئے انتخاب منسوخ ہوتے رہتے ہیں اور یہاں تو خود خلیفہ صاحب کو یہ اعتراف ہے کہ ان کے ساتھ صرف دو فیصدی لوگ تھے مگر ظلم یہ کہ انصار اللہ پارٹی کی دھاندلی سے منتخب شدہ خلیفہ کو خدا کا بنایا ہوا خلیفہ قرار دیا جاتا ہے لیکن کسی سعید مرید میں یہ

لکھنے کی جرأت نہیں کہ یہ ناجائز انتخاب اور غلط دعویٰ ہے۔ اور اسکو خدا کی طرف منسوب
کرنا معصیت ہے۔ پھر (۲) اگر خلیفہ صاحب حضرت مرزا صاحب پر یہ تہمت لگائیں
کہ ۱۹۰۱ء میں عقیدہ تبدیل کر کے حقیقی نبوت کا دعویٰ کر لیا تھا۔ تو اس نتیجہ پر غور ہی نہیں
کرتے کہ اس طرح تو خود حضرت مرزا صاحب اپنی وحی اور الہام کے نعوذ باللہ منکر اور مکذب
ثابت ہوتے ہیں اور اس لئے مخالف ان کو کافر اور کاذب کہنے میں حق پر تھے چنانچہ اسی
لئے تو آپ کے رسالہ فرقان نے بڑے طمطراق سے لکھا ہے کہ مخالف فتویٰ کفر لگانے میں
حق پر تھے۔ تو گویا حضرت اقدس اس وقت یقیناً نبی ہونے سے انکار کرنے میں کاذب تھے
اور پھر اب جبکہ ربوی خود بھی ۱۹۰۱ء کے بعد والی بات سچی سمجھ کر حضرت موصوف کی طرف
منسوب کریں۔ جو ان کی زندگی میں مخالفت کرتے تھے۔ اور یہ بھی کہیں کہ اس وقت غلطی میں
بھی حضرت مرزا صاحب ہی مبتلا تھے تو ربوی حضرات حضرت مسیح موعود کے منکر اور مکذب
کیوں ثابت نہیں ہوتے؟ حالانکہ ۱۹۰۱ء سے پہلے توضیح مرام میں حضرت اقدس اپنی رائے
کے متعلق لکھتے ہیں "جس پر میں بینات الہام سے قائم کیا گیا ہوں" گویا اگر اس وقت حضرت
مرزا صاحب غلطی پر تھے تو پھر وہ بینات الہام بھی غلط ہوئیں اور یہ ایک بڑا بول ہے اور
(۳) اگر خلیفہ صاحب یہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ سچے اعتراض کرنیوالوں کی گردن توڑ دے گا۔ تو
آمنا وصدقنا۔ حالانکہ اگرچہ خلیفہ صاحب پر بے شمار قبیح قسم کے اعتراض شائع ہو چکے
ہیں اور عدالتوں تک بھی معاملات پہنچے اور خود عدالت نے بھی بعض ریمارکس خلیفہ صاحب کی
نسبت اپنے فیصلے میں لکھے تاہم اُن میں سے ایک بھی اعتراض کرنیوالے کی گردن نہیں
ٹوٹی اور ٹوٹتی بھی کیوں، حق سبحانہٗ تعالیٰ تو حق و انصاف کرتا ہے۔ اور ان اعتراضوں میں
ایک سچا اعتراض یہ بھی تھا کہ ہزاروں میل کی مسافت طے کر کے فرانس میں ننگا ناچ دیکھنے

کے لئے خلیفہ صاحب کیوں گئے تھے۔ غرض یہ تو قانوناً اور مذہباً ایک نہایت ہی فضول بات ہے کہ مسیح لکھنے والا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مورد سزا ہو مگر احباب لیوہ عقل و فکر سے کام نہیں لیتے۔ اور خلیفہ صاحب کے اس قول اور فعل کو بُرا کہنے کی بجائے مستحسن ہی کہتے ہیں، "چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی" - حالانکہ یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس قرآنی حکم کا انکار ہے کہ "یغضوا من ابصارھم..... ذالک ازکی لھم" مسلمانوں کو چاہیئے کہ غیر عورت سامنے آئے تو نظریں نیچی کر لیں یہ اُن کے لئے پاکیزہ بات ہے لیکن ربوی حضرات اس حکم خداوندی کی خلاف ورزی کرنے اور ننگا ناچ دیکھنے کو گناہ قرار دینے کی بجائے اچھا کہتے ہیں اور یہ حضرت مرزا صاحب کے نزدیک کفر ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں "ہر ایک مسلمان..... اس سے واقف ہے کہ خدا کے حکم کو توڑنا (یعنی اس حکم کو سچا مان کر اس کے مطابق عمل نہ کرنا) تو کافر نہیں کرتا - مگر خدا کے حکم کے خلاف بولنا کافر کرتا ہے" بدر ۲۴ رجون ۱۹۰۳ء - اس لئے ننگا ناچ دیکھنا تو حکمِ الٰہی کی صرف نافرمانی ہے - جو گناہ ہے - لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلہ میں اسے اچھا بھی کہنا اللہ تعالےٰ کے حکم کا انکار ہے جو کافر کر دیتا ہے۔ قرآن میں بھی ہے ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالاً مبیناً - اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے - وہ کھلی گمراہی میں دور نکل جاتا ہے۔ اس لئے حضرت اقدس مسیح موعود کے الفاظ میں آپکی خدمتمیں عرض کرتا ہوں"۔

راہِ بدرا نیک اندیشیدۂ ؛ اے ہداک اللہ چہ بد فہمیدۂ - یعنی اے ربوی احمدی ! اللہ تعالیٰ آپکو ہدایت دے کیسے بُرے راہ یعنی غلط عقیدہ کو اچھا سمجھ رکھا ہے - آپ عالم فاضل اور حضرت اقدس کے مخلص متبع ہیں مومنانہ جرأت سے کام لیں اور شرح صدر سے اپنے غیر اسلامی عقائد سے بیزاری کا اعلان کر کے حق پسند اور حق جو ربوی احباب کی رہنمائی کریں اور احمدیت میں

میں ایک فتنۂ عظیم کا خاتمہ کر کے عنداللہ، عندالرسول والمسیح موعود سرخرو ہوں ابھی بھی احمدیت ہے کہ ہم حضرت اقدس کے علم کلام کے ذریعے اشاعت اسلام کریں جس کے لئے وہ مامور ہو کر آئے تھے۔ اللہ تعالیٰ حق بات قبول کرنے کے لئے آپ کا سینہ کھول دے۔ کیونکہ :-

خردمند نیکو منش طبع راست ∴ نتابد سراز ہر چہ حق و بجا است

زمین زراعت تہی داشتن ∴ بہ از تخم خار و خسک کاشتن (درثمین)

اس لئے آؤ اور عاجز راقم سے مل کر حضرت مسیح موعود کے الفاظ میں یہ دعا کریں کہ:-

اے رحیم و دستگیر و رہ نما ∴ اے کہ در دست تو فضل است و قضا

امر فیصل از جناب خود نما ∴ تا شود قطع نزاع و فتنہ ہا

راقم کا اقرار گناہ، مغفرت کی دعا اور راہ ہدایت پانے کے لئے التجا:-

میں گنہگار ہوں الٰہی بخش ∴ مجھ گنہگار کو الٰہی بخش

اے خداوند من گناہم بخش

سوئے درگاہ خویش راہم بخش (درثمین)

از راہ اخلاص عرض کیا ہے اگر کوئی بات ناگوار خاطر ہو تو عفو اور درگزر سے کام لیں کہ میں ایک گنہگار خطاکار بندہ ہوں۔

والسلام مع الاکرام

راقم خاکسار (ملک) الٰہی بخش

۱۶ مئی سٹلائیٹ ٹاؤن راولپنڈی

صحت نامہ

صفحہ	سطر	غلط لفظ	صحیح لفظ
۳	۵	ہوں	ہونگے
۴	۱۳	اس کی	کاٹ دیں
۶	۲	تھے	تھا
۶	۱۴	ہے	×
۸	۱۸	رحمت اللہ	رحمۃ اللہ علیہ
۱۰	۹	میں	میں تو
۱۱	۱۴	قسم	کس قسم
۱۲	۱۴	ہوئے	گئے
۱۵	۱۱	لیتے	لیتے ہیں
۱۶	۱۳	کیونکہ	کیونکر
۱۷	۴	جزوایمان	ایمان
۱۹	۱۴	یہ خود	یہ حوالہ
۲۱	۵	اسی	اس
"	۱۵	دی	دیں
۲۵	۱۳	چھوڑ کر	چھوڑنا
۳۰	۱۸	اس	اسلام
۳۳	۱۰	بیعت کو	بیعت کوفلک
" "	۱۷	"کلمہ طیبہ	کہا کلمہ طیبہ
۳۵	۷	خلتا	خلفاء
۳۶	۱	مجدّ	مجدّد
۳۷	۴	وہ حد	وہ حد کون
" "	۱۸	وغیرہ	وغیرہ شامل ہیں
۴۱	۱۱	حوادیوں	حوالوں
۴۲	۱۲	دعوت	دعوٰی
" "	۱۵	ص	ص ۳۲ آیۃ ۳
۴۳	۵	فتوٰی	کا فتوٰی
۴۴	۱۸	قرار	قرار دیا
۴۴	۲	اسی	اسی
۴۵	۱۸	جو	بھی
۴۶	۶	ہیں گے	ہیں
۴۷	۱۶	متعلق	متعلق بھی
۵۱	۴	ہیں	ہیں)

صفحہ	سطر	غلط لفظ	صحیح لفظ		صفحہ	سطر	غلط لفظ	صحیح لفظ
۵۱	۱۰	پڑھے پہلے	پڑھ پہلے					
۵۴	۱۰	یزیدین	مزید یہ ہیں-					
۵۵	۷	آپ اپنے	اپنے					
۵۶	۱۱	قاعدنا	عقائدنا					
۵۸	۱	یہ	یہ سبب -					
〃	۸	فرما	فرماکر					
۶۰	۱۳	دی ہیں	دی جاتی ہیں-					
۶۲	۴	غلطی پر	غلطی میں					
۶۶	آخری	کا علم	اس کا علم					
۶۸	۱۰	کے معنوں	کے لغوی معنوں					
۷۱	۱۰	وقت تک	وقت					
〃	۱۵	جائے گی	جائے گا					
۷۲	۹	نئی شریعت	شریعت					
۷۳	۸	وضاحت	وضاحت کی					
〃	۱۷	دکھا گیا	کہا گیا					
۷۷	۱۱	سچے	سچ					
〃	۱۶	کالعد	کالعدم					
۷۸	۴	کرنے	کرتے					
۷۸	۹	مخالفت	مخالف					